قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 12/ جنوری 2023ء | 19/ جمادی الثانی 1444 ہجری قمری | 12/ صلح 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:10

ارشاد باری تعالیٰ

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۵﴾

(بنی اسرائیل: 35)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا

(البقرہ: 178)

ترجمہ: اور وہ جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جب وہ عہد باندھتے ہیں۔

فرمان خلیفۂ وقت

آج کل کے معاشرے میں ایک یہ بھی بیماری عام ہے کہ بات کرو تو مکر جاؤ، وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لو، جب کوئی عہد کرو تو اس کو توڑنے کے بہانے تلاش کرو کیونکہ دوسری طرف بہتر مفاد نظر آ رہا ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں انفرادی طور پر بھی اور جہاں پانچ دس افراد اکٹھے مل کر کام کر رہے ہوں، کوئی مشترکہ کاروبار ہو وہاں بھی۔ اور بدقسمتی سے ملک ملک سے بھی جب معاہدے کرتے ہیں تو بدعہدی اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب کسی امیر ملک اور غریب ملک میں کوئی معاہدہ ہو تو بعض دفعہ اپنے مفاد منوانے کی خاطر دباؤ ڈالتے ہیں اور اگر دباؤ میں آنے سے کوئی انکاری ہو تو پھر معاہدوں میں بدعہدیاں شروع ہو جاتی ہیں تو بہرحال یہ ایک ایسی برائی ہے جو شخصی معاہدوں سے لے کر بین الاقوامی معاہدوں تک حاوی ہے، سب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم میری محبت چاہتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی رہوں، یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعاؤں کو سنوں تو تقویٰ اختیار کرو، مجھ سے ڈرو، میری تعلیم پر عمل کرو۔ اور تعلیم میں سے بھی ایک بہت اہم تعلیم اپنے عہد کو پورا کرنا ہے، اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہے۔ تو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں، مختلف حالات میں عہد کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتا ہے کہ نیکیاں قائم کرنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کرو اور ان کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو بھی پورا کرو اور بندوں سے کئے گئے معاہدوں اور وعدوں پر بھی عملدرآمد کرو۔

(خطبہ جمعہ 27/ فروری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- سب چھوڑ کے اک دن جانا ہے (منظوم)
- موبائل فون ایک سہولت یا وبال جان
- حضرت مولانا حافظ جمال احمدؓ مبلغ ماریشس
- نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے
- سیرت حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادقؓ
- آؤ! اُردو سیکھیں

فرمانِ رسولؐ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ لَا اِیۡمَانَ لِمَنۡ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیۡنَ لِمَنۡ لَّا عَھۡدَ لَہٗ یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث 13199)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

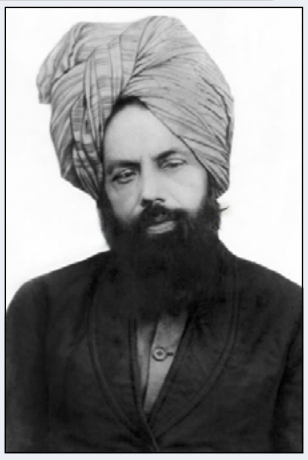

- کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہر گز ضائع نہیں کئے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19-20)

- میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص یک دفعہ مجھ سے عہدِ دوستی باندھے، مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، میں اُس سے قطع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں؛ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔

- عہدِ دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے، اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اُسے اغماض اور تحمل کے محل میں اُتارنا چاہیے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 311 ایڈیشن 1988ء)

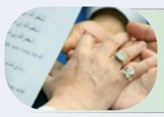

دربارِ خلافت

اللہ تعالیٰ پر توکّل ضروری ہے اور یہ توکل بغیر تقویٰ کے پیدا نہیں ہوسکتا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ برطانیہ 2022ء میں فرمایا:

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ’’یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ بڑا طاقتور ہے جب اس پر کسی امر پر بھروسہ کروگے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَحَسۡبُہٗ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر توکّل ضروری ہے اور یہ توکل بغیر تقویٰ کے پیدا نہیں ہوسکتا‘‘۔ یہ زبانی جمع خرچ نہیں ہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں بلکہ تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی ضرورت ہے، اپنے اخلاق اعلیٰ سطح پر لے جانے کی ضرورت ہے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی ضرورت ہے۔ پس اگر حقیقت میں ہم اپنی حالتوں میں ایسی تبدیلی پیدا کر لیں کہ دین دنیا پر مقدم ہو جائے تو یہی حقیقی تقویٰ ہے اور یہی وہ مقام ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے۔ ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لیے تھیں اور دنیاوی امور حوالہ بخدا تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اللہ تعالیٰ متقی کے راستوں کی ساری روکیں دور فرما دیتا ہے، جو اس کے دین کے کام میں حارج ہوں‘‘۔ پس (اگر) دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہم نمازوں کی وقت پر ادئیگی کر رہے ہیں اور اسی طرح دوسرے دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جماعتی کاموں اور دین کے کاموں کو ترجیح دے رہے ہیں تو وہ سب طاقتوں کا مالک خدا فرماتا ہے ’’میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری فکروں کو دور کروں گا۔‘‘

پس انسان نے خدا تعالیٰ کی کیا مدد کرنی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہمیں دین کی خدمت کا موقع دیتا ہے، ہماری نیکیوں کے ہمیں اجر دیتا ہے، ہماری ضروریات پوری فرماتا ہے اور پھر ان تمام نوازشوں کے بعد ہمیں اپنے دین کے مددگاروں میں شامل فرماتا ہے۔ کتنا مہربان ہے ہمارا خدا، کس قدر دیالو ہے ہمارا خدا، اس کا ہم کبھی احاطہ ہی نہیں کر سکتے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی شکر گزار بندے بنتے ہوئے اس کے حکموں پر چلتے ہوئے، تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے بنیں اور یہی ہمارے حقیقی انصار ہونے کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 6/ دسمبر 2022ء)

دعا کا تحفہ

آندھی کے شر سے بچنے کی دُعا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب کبھی آندھی چلتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُكَ خَیۡرَھَا وَخَیۡرَ مَا فِیۡھَا، وَخَیۡرَ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ وَاَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیۡھَا وَشَرِّ مَا اُرۡسِلَتۡ بِہٖ

(مسلم کتاب الاستسقاء)

ترجمہ:- اے اللہ! مَیں تجھ سے اِس آندھی کی ظاہری و باطنی خیر و بھلائی چاہتا ہوں اور وہ خیر بھی چاہتا ہوں جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اور مَیں اِس کے ظاہری و باطنی شرّ سے اور اس شرّ سے بھی پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 117-118)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

سب چھوڑ کے اک دن جانا ہے

سب چھوڑ کے اک دن جانا ہے
پھر دنیا میں کب آنا ہے؟

یہ ریت سدا سے جاری ہے
ہر زندہ نے مر جانا ہے

ماں باپ، عزیز اور دوست سبھی
سب فانی ہی یہ خزانہ ہے

اعمال ترے سب گندے ہیں
کیا رب کو منہ دِکھانا ہے؟

جو مال کمایا ہے تو نے
سب دنیا میں رہ جانا ہے

اب چھوڑ غلامی دنیا کی
کر توبہ، رب کو منانا ہے

اک بار جو دنیا چھوڑ گیا
کب لوٹ کے اس نے آنا ہے؟

دو چار دنوں کا میلہ ہے
پھر قبروں میں ہی ٹھکانہ ہے

ہر چیز یہاں کی فانی ہے
نام اللہ کا رہ جانا ہے

وہ ہستی قائم دائم ہے
بس دل کو یہ سمجھانا ہے

جو رب سے کچھ بھی ربط نہیں
تو جیون یونہی گنوانا ہے

چوہدری بشارت احمد۔ جرمنی

اداریہ

موبائل فون ایک سہولت یا وبال جان

قسط اول

آج کے سائنس، انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کے دور میں انسان نے دماغ کو استعمال میں لاکر اپنی سہولت اور آسائش کی خاطر ایسی ایجادات کرلی ہیں کہ ایک بٹن دبانے سے یہ تمام سہولتیں ایک باندی کی طرح ہاتھ باندھ کر انسان کے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں۔ جہاں ان سہولتوں نے انسان کے لئے زندگی کا سفر آسان کر دیا ہے وہاں ان کے غلط، بے جا اور ضرورت سے زیادہ استعمال نے انسان کی جسمانی اور روحانی صحت جیسے اخلاقیات پر تبر کا کام کیا ہے۔

ہم مثال کے طور پر الیکٹرانک مصنوعات کو پیش کر سکتے ہیں۔جن کی ایجاد سے انسان کو بے پناہ سہولتیں ملی ہیں مگر وہ انسان کی مادی صحت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور روحانیت کو تباہ کر رہی ہیں۔ان میں سے ایک موبائل فون ہے۔جس کی ایجاد نے پوری دنیا کو ”گلوبل ولیج“ بنا دیا ہے۔آپ اپنے کمرے میں بیٹھے پوری دنیا میں جہاں چاہیں جب چاہیں جس سے چاہیں فوراً اپنے عزیز و اقارب سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ دوسروں کی خیریت اور حال احوال دریافت کر سکتے ہیں اور اپنی خیریت سے مطلع بھی کر سکتے ہیں۔

اس مادی آرام اور سہولت کے ساتھ ساتھ اس ایجاد نے انسان کی ذہنی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے موبائل سیٹ میں یا اُس کے فنکشنز میں اس قدر گم ہوتا ہے کہ ساتھ بیٹھے آدمی کو وقت بھی نہیں دے پا رہا ہوتا۔

ایک وقت تھا کہ گھروں اور دفاتر میں لینڈ لائن فون بھی خال خال تھا۔لینڈ لائن نمبر کا کنکشن لینے کے لئے بڑی تگ و دو کرنا پڑتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کی ضرورت بڑھنے لگی تو دکانوں اور کاروباری سنٹرز پر بھی فون لگنے شروع ہوئے۔ پھر کارڈلیس فون آیا اور اب یہ ضرورت گھروں اور دفاتر سے نکل کر لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے اور گھر کے ہر فرد کے پاس ایک موبائل فون سیٹ ہے اور کہا یہ جانے لگا ہے کہ آج کل کے بے سکون حالات میں جب ہر وقت، ہر جگہ دہشت گردی، لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت اور اغوا برائے تاوان کا بازار گرم ہے۔ ہمارا اپنے بچوں سے اس کے ذریعہ رابطہ رہتا ہے اور یہ ایک جائز وجہ بھی ہے۔

میں نے اسلام آباد پاکستان میں قیام کے دوران یہ جائزہ لیا تھا کہ اس کا استعمال اس کثرت سے بڑھ گیا ہے کہ اب تو خاکروب، چھابڑی لگانے والے، گوشت بیچنے والے اور موچی کے ہاتھوں میں بھی موبائل نظر آتے ہیں جسے وہ اپنے کاروبار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام آباد قیام کے دوران ایک دفعہ خاکسار نے ایسے ہی چند کاروباری حضرات سے موبائل فون اپنے پاس رکھنے کی وجہ پوچھتے ہوئے سوال کیا کہ اس قدر کم آمدنی میں اور مہنگائی کے دور میں آپ کو کیا موبائل فون کے اخراجات وارے میں آجاتے ہیں؟ تو قصائی نے جواباً کہا کہ یہاں دکان پر سارا دن بیٹھ کر ایک پاؤ، آدھ کلو گوشت فروخت کرتے ہوئے رات 9 بج جاتے تھے اور اب موبائل فون پر گھروں سے آرڈر آتے ہیں اور ہم دوپہر 12 بجے کے لگ بھگ گوشت فروخت کر کے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں اور شام کا کاروبار الگ ہے۔

ایک موچی یوں گویا ہوا کہ بھئی! امیر گھروں کی بیبیاں فون کر کے گھروں میں بلوا لیتی ہیں اور جبکہ یہاں اپنے ٹھیلے پر بیٹھ کر دو دو چار چار روپے کماتے ہیں اور وہاں سے سو ڈیڑھ سو روپے مل جاتے ہیں۔ چھابڑی لگانے والے نے بھی کچھ ایسا ہی جواب دیا کہ گھروں سے بیبیاں فون کر کے بلوا لیتی ہیں اور اپنی مرضی کی سبزیاں خرید لیتی ہیں اور خاکروب نے کہا کہ موبائل فون آنے پر ہم امیر گھرانوں میں جا کر جھاڑو لگا آتے ہیں اور یوں ہماری آمدنی میں اضافہ ہوا ہے اس لئے موبائل فونز کے اخراجات برداشت کر لیتے ہیں۔

الغرض یہ جہاں ضرورت بجا ہے وہاں ہم لوگوں نے اس کو عادت بھی بنا لیا ہے اور یہ ہمارے لوگوں میں اتنا رچ بس گیا ہے کہ جب بھی ہم گھر سے باہر جانے لگتے ہیں تو جس طرح مرد حضرات اپنے Wallets کو ساتھ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہاں موبائل فون پر فوراً ہاتھ پڑتا ہے۔خواتین باہر جانے کے لئے اپنے پرس کو جب پکڑتی ہیں تو فوراً موبائل کی طرف بھی دھیان جاتا ہے۔ اسی طرح طالب علم جب اسکول یا کالج جانے کے لئے کتب و کاپیاں اکٹھی کر رہا ہوتا ہے تو اپنے موبائل فون سیٹ کو بھی اپنی کتب کا حصہ سمجھتے ہوئے پہلے ان کو ساتھ رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان اور موبائل کا ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے جب وضو کر کے ٹوپی کو پکڑتا ہے تو ساتھ ہی موبائل کو جیب میں ڈالتا ہے اور بسا اوقات اُسے Silent کرنا بھی بھول جاتا ہے اور نماز کے دوران ہی جب وہ اس دنیا سے منقطع ہو کر اپنے خالق حقیقی کے دربار میں پہنچا ہوتا ہے موبائل بول اٹھتا ہے اور اگر نماز باجماعت ادا ہو رہی ہو تو اپنی نماز کے علاوہ دیگر نمازیوں کی نماز میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پر نوجوانوں کو توجہ دلائی تھی کہ بیوت الذکر میں آتے وقت اپنے موبائل فون گھر چھوڑ کر آیا کریں۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ:

”نمازوں کے دوران اپنے موبائل فون بند رکھیں۔ بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ فون لے کر نمازوں پر آجاتے ہیں اور پھر جب گھنٹیاں بجنا شروع ہوتی ہیں تو بالکل توجہ ہٹ جاتی ہے نماز سے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 195)

پھر ایک دفعہ فرمایا:

”بعض لوگوں کو موبائل فون بڑے اہم ہوتے ہیں۔ (اس وقت بھی شاید کسی کا فون بج رہا ہے) اگر اتنے اہم فون آنے کا خیال ہو تو پھر وہ فون رکھیں جو اچھی قسم کے ہیں جن کی آواز کم کی جا سکتی ہے۔ جیب میں رکھیں اس کی وائبریشن (Vibration) سے آپ کو احساس ہو جائے کہ فون آیا ہے اور باہر جا کر سن لیں۔ کم از کم لوگوں کو نمازوں کے دوران، جلسوں کے دوران اور تقریروں کے دوران ڈسٹرب نہ کیا کریں۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 541)

مادی و جسمانی نقصانات

اب میں اس کے نقصانات کی طرف آتا ہوں اور پہلے جسمانی صحت کے حوالہ سے جو نقصان ہیں ان کا ذکر کروں گا۔ اخبارات، رسائل اور جرائد کا اگر مطالعہ کریں تو دو قسم کے متضاد مضامین آپ کو ملیں گے۔ ایک میں یہ درج ہو گا کہ نئی تحقیق کے مطابق اس کے زیادہ استعمال سے اس کی ریڈیائی شعاعیں کانوں پر بد اثرات ڈالتی ہیں۔ دل کے مریضوں کے لئے اس کا زیادہ استعمال مناسب نہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان کے مقابل پر آپ کو ایسی خبریں اور مضامین اور آرٹیکلز بھی نظروں سے گزریں گے جن میں یہ لکھا ہو گا کہ نئی تحقیق کے مطابق موبائل فون کا زیادہ استعمال دماغی کینسر کی وجہ نہیں بنتا، کانوں کی سماعت متاثر نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

آج کل چونکہ میڈیا کا دور ہے۔ ہر فرد کا تازہ سے تازہ خبروں سے لنک رہتا ہے اس لئے وہ بالخصوص نوجوان طبقہ Confuse ہوجاتا ہے اور گھر کے بڑے جب نوجوانوں سے موبائل فون کے نقصانات کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو وہ فوراً ایسی خبریں اپنے بڑوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں جو نقصان نہ پہنچانے کے متعلق ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ بالعموم دیکھا گیا ہے کہ تھرڈ ورلڈ کے ممالک میں نوجوانوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے اور اپنی Sale بڑھانے کے لئے ملٹی نیشنل کمپنیاں ایسے اشتہارات یا خبریں اخبارات میں لگواتی رہتی ہیں۔ اگر حقائق کو سامنے رکھ کر نقصانات اور فوائد کا جائزہ لیا جائے تو موبائل فون کے نقصانات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان نقصانات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ موبائل فون سے جو شعاعیں (Rays) اور لہریں (Waves) نکلتی ہیں وہ وہی شعاعیں ہیں جو مائیکرو ویو میں کھانا گرم کرتے وقت نکلتی ہیں اور یہ بات ثابت شدہ امر ہے کہ مائیکرو ویو کی شعاعوں کی وجہ سے اس برتن کو اس کی گرمائی کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگتا جس میں کھانا گرم کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ موبائل فون سے نکلنے والی شعاعیں جسم کی حیات کے درجہ حرارت کو بڑھا دیتی ہیں۔ انسان کے سر میں گرمی کے اثرات بڑھ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ خون کا دباؤ بھی بڑھنے لگتا ہے۔ چونکہ انسان کے سر کے بعض حصے باقی حصوں سے زیادہ حساس ہوتے ہیں اس لئے درجہ حرارت کے بڑھنے سے وہ زیادہ متاثر ہوتے ہیں جیسے Nerve Fiber وغیرہ۔ ایک تحقیق کے مطابق پانچ منٹ سے زائد لگاتار فون استعمال کرنے سے انسانی خلیوں میں درجہ حرارت اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے سر درد، متلی، بے قاعدگی، ذہنی تناؤ، دل کا دھڑکنا، نظام انہضام کی خرابی کے ساتھ ساتھ یادداشت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ نیز سر کی جلد پر جلن یا خارش بھی محسوس ہوتی ہے الغرض ذہنی دباؤ بڑھ جاتا ہے اور مختلف عوارض جنم لیتے ہیں۔

موبائل فون اتنا عام ہو گیا ہے کہ گاڑی ڈرائیو کرتے وقت بھی لوگ بے دریغ اس کا استعمال کرتے ہیں جبکہ ڈرائیونگ میں اس کا استعمال خطرے سے باہر نہیں۔ ایک سروے کے مطابق شراب پی کر ڈرائیو کرنے والوں اور ویڈیو کی سیٹنگ اور کیسٹ چلانے کی نسبت موبائل فون کے ساتھ ڈرائیونگ کرنے میں حادثے کی شرح چار فیصد تک زیادہ ہے اور پھر موبائل فون کے استعمال کے ساتھ ساتھ راستہ کا بھول جانا اور Exit کا بھول جانا تو عام ہے کیونکہ اس سے ڈرائیونگ سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ گاڑی کے اندر مائیکرو ویو شعاعیں بھی اکٹھی ہو جاتی ہیں جو عام حالات میں صحت کو زیادہ متاثر کرتی ہیں۔ اکثر ممالک میں موبائل کو ڈرائیونگ کے دوران غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔ پھر بعض لوگ اپنے موبائل سیٹ کو سامنے والی جیب میں رکھتے ہیں جس کی وجہ سے یہ شعاعیں براہ راست دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کی اموات کی شرح بھی زیادہ ہے۔

بقیہ صفحہ 5 پر

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت مولانا حافظ جمال احمدؓ مبلغ ماریشس

حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ جماعتی تاریخ میں مبلغ سلسلہ ماریشس کے حوالے سے معروف ہیں۔ آپ کا اصل وطن چکوال تھا۔ آپ کے والد حضرت حکیم غلام محی الدین صاحبؓ بھی پرانے صحابی تھے، ان کے بارے میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ اپنی کتاب ”تاریخ احمدیت سرحد“ میں لکھتے ہیں: ”حضرت حکیم غلام محی الدین صاحبؓ موضع چکوال کے باشندے تھے۔حکمت ان کا پیشہ تھا۔ نوشہرہ میں اکثرمتعین ہوتے اور سرکاری ملازم تھے۔حضرت نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الاول سے قدیمی تعلق تھا۔ اہل حدیث پشاور سے بھی میل جول تھا۔آپ حضرت احمد کے زمانہ میں 1901ء میں احمدی تھے۔حضرت مولانا غلام حسن اور حضرت منشی خادم حسین صاحب کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے۔ آپ صوفی منش انسان تھے،آپ کو بلھے شاہ کی کافیاں اور دِتے شاہیوں کے قصے اور حضرت سلطان باہو کی رباعیات یاد تھیں ..... حضرت حکیم غلام محی الدین صاحب میونسپل کمیٹی پشاور کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر قادیان چلے گئے اور قادیان میں فوت ہوکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ آپ عندالوفات نوے برس کے ہوں گے۔“

(تاریخ احمدیت سرحد مؤلفہ حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی صفحہ 169، 170 مطبوعہ منظور عام پریس پشاور)

حضرت حکیم غلام محی الدین صاحبؓ بفضلِ تعالیٰ 1/3 حصہ کے موصی تھے، وصیت نمبر 576 تھا۔ یکم ستمبر 1912ء کو وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں ”6/اپریل 1890ء مولوی محی الدین ولد حافظ بہاء الدین ساکن موضع پھویر تحصیل چکوال تھانہ ڈومن ضلع جہلم حال بخدمت مولوی حکیم نور دین صاحب باراده استفادہ مطب“ ایک بیعت درج ہے

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 352)

اغلباً یہ آپ ہی ہیں۔حضرت حافظ صاحب کی والدہ کا نام محترمہ اللہ جوائی تھا۔

حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ اندازاً 1892ء میں پنڈ دادن خان ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔چھوٹی عمر میں ہی والدہ صاحبہ کی وفات ہوگئی اور رشتہ کی ایک بہن نے آپ کی پرورش کی۔ جب چھ سات برس کے ہوئے تو آپ کے والد صاحب نے اس چھوٹی سی عمر میں ہی ایک بزرگ کے پاس قرآن پڑھنے کو چھوڑ دیا،اس بزرگ کے بھی کوئی اولاد نہیں تھی چنانچہ انہوں نے بڑی محنت سے آپ کو قرآن پڑھایا اور آپ 13 برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کو قادیان بھیج دیا۔

(الفضل 24/فروری 1950ء صفحہ 4)

1908ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کے آخری سفر لاہور کے دوران حضرت اقدسؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ خود بیان کرتے ہیں:

”میں اُس وقت قریباً 15برس کا تھا، جب حضور آخری ایام میں لاہور میں قیام فرماتے۔ میں بھی اس موقعہ پر لاہور آیا اور مجھے حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور میری آمد سے 15، 16 دن کے بعد حضور علیہ السلام کا وصال ہوگیا۔“

(الفضل 19/جون 1943ء صفحہ 3)

حضرت اقدسؑ کی پاکیزہ صحبت میں رہنے کا موقع نہ پاسکے لہذا آپؑ

کے متعلق آپ کی روایات نہیں ہیں البتہ بعض دوسرے صحابہ اور اپنی بیوی کی روایت کردہ بعض روایات آپ نے بیان کی ہوئی ہیں۔ 1912ء کے آغاز میں آپ کا نکاح حضرت حافظ سید تصور حسین صاحبؓ آف بریلی (وفات: 12/اپریل 1927ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) کی بیٹی حضرت عائشہ بانو صاحبہؓ کے ساتھ ہوا۔

(بدر 25/جنوری 1912ء صفحہ 2)

ان دنوں آپ دکان کرتے تھے۔خلافت ثانیہ کے آغاز میں ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو تحریک فرمائی کہ آپ حافظ قرآن ہیں، اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر دیں چنانچہ آپ نے فوراً تعمیل کرتے ہوئے اپنی زندگی وقف کر دی اور مدرسۃ المبلغین میں داخلہ لے لیا۔ آپ ماشاء اللہ نہایت لائق اور قابل ذہنیت کے مالک تھے،ابھی مبلغین کلاس میں ہی تھے کہ تقریر و تحریر میں پختگی پیدا کر لی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں لکھے گئے آپ کے بعض مضامین جماعتی لٹریچر میں محفوظ ہیں، مثلاً:

متعصب عیسائی اور اسلام

(ریویو آف ریلیجنز جون 1915ء حافظ جمال احمد متعلم مدرسۃ المبلغین قادیان)

اور حدیث ویفیض المال حتی لا یقبلہٗ أحد کی تشریح

(تشحیذ الاذہان اکتوبر نومبر 1915ء صفحہ 33-35 حافظ جمال احمد مبلغین کلاس)

اسی دور میں ہی آپ نے اخبار الفضل میں ایک دوست کے سوالات کے جوابات میں ”تصدیق المسیح“ عنوان سے قسط وار مضامین لکھے جس میں وفاتِ مسیح، رفع، نزول، ولکن شبہ لھم، قبل موتہ، انّہ لعلم للساعۃ وغیرہ عناوین پر اور پھر صداقت حضرت مسیح موعودؑ میں کسرِ صلیب، قتلِ خنزیر، یفیض المال، حکم وعدل،یضع الجزیہ، لا مھدی الّا عیسیٰ، حدیث کسوف وخسوف،یدفن معی فی قبری، ہرصدی میں مجدد، عند المنارۃ البیضاء، رجل من ابناء الفارس وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔

(الفضل 8/فروری 1916ء۔ الفضل 12/فروری 1916ء۔ الفضل 15/فروری 1916ء۔ الفضل 22/فروری 1916ء۔ الفضل 29/فروری 1916ء۔ الفضل 7/مارچ 1916ء)

آخری قسط میں ایڈیٹر صاحب نے آخر پر یہ نوٹ بھی دیا ہے کہ ”حافظ جمال احمد صاحب کا یہ جامع و مدلّل مضمون اس نمبر پر ختم ہوتا ہے۔ بعض احباب نے مجھے لکھا تھا کہ اسے الگ ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا جائے ....“

(الفضل 7/مارچ 1916ء صفحہ 8)

الفضل 7/مارچ 1916ء صفحہ 1 پر ہی آپ کے مبلغین کلاس سے سند لینے کا ذکر موجود ہے۔مبلغین کلاس سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جلد ہی بطور مبلغ سلسلہ راولپنڈی بھجوائے گئے، اخبار الفضل ایک جگہ لکھتا ہے: ”حافظ جمال احمد صاحب نہایت فہیم و ذہین اور علم دوست، سنجیدہ مزاج، مخلص محبّ ہیں۔ جب الفضل کے اسسٹنٹ کا سوال درپیش تھا تو میں نے ان کا نام پیش کیا تھا .... مگر خدا نے راولپنڈی کی سرزمین کو ان کے علمی مضامین سے متمتع کرنا تھا اس لیے وہ مبلغ کے طور پر وہاں بھجوائے گئے۔“

(الفضل 6/مئی 1916ء صفحہ 7)

آپ مبلغ ڈویژن ملتان بھی رہے، اخبار فاروق 7/مارچ 1918ء صفحہ 2 پر پاکپتن میں آپ کی بلند آواز اور دلکش تقریر کا احوال مذکور ہے۔ اخبار الفضل 30/اپریل 1918ء صفحہ 8 پر دورہ کرتے ہوئے ملتان پہنچنے اور وفات مسیح پر گفتگو کرنے کا ذکر موجود ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے موضع جودھالہ ضلع سیالکوٹ میں غیر احمدی علماء سے مباحثہ کیا۔

(الفضل 16/ ستمبر 1920ء)

میدان عمل میں تقریری خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ تحریری خدمات میں بھی حصہ لیتے رہے، مسئلہ وفات مسیح اور اخبار مشرق پر آپ کا مضمون تین قسطوں میں الفضل 6/مارچ 1917ء صفحہ 11، الفضل 17/مارچ 1917ء، اور الفضل 24/مارچ 1917ء میں شائع شدہ ہے۔ ایک مضمون کیا نبی کے لیے کتاب لانا ضروری ہے اخبار الفضل 6/مئی 1916ء صفحہ 7 پر درج ہے۔ اسی طرح ایک مضمون ماریشس سے ”کامل نبی اور دنیا کا محسن“ الفضل میں شائع کرایا۔

(الفضل 23/ستمبر 1930ء صفحہ 5، 6)

ایک دفعہ پردے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس ماریشس سے بھجوایا۔

(الفضل 4/فروری 1950ء صفحہ 2)

قادیان میں بھی مختلف حوالوں سے خدمت کا موقع ملتا رہا، 1928ء میں آنے والے رمضان المبارک کے حوالے سے اخبار الفضل میں لکھا ہے: ”مسجد اقصیٰ میں روزانہ ایک پارہ کا درس قرآن کریم ہوتا ہے، تلاوت اور لفظی معنے حافظ جمال احمد صاحب سناتے ہیں اور تفسیری نکات جناب حافظ روشن علی صاحب بیان فرماتے ہیں۔“

(الفضل 2/مارچ 1928ء صفحہ 1)

خلافت ثانیہ کے آغاز میں جاری ہونے والے چند بیرونی مشنز میں سے دوسرا جزیرہ ماریشس کا مشن تھا جہاں حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی اے (وفات: اکتوبر 1947ء) بھجوائے گئے، حضرت صوفی صاحب ماریشس میں 13 سال گزارنے کے بعد 1927ء میں واپس قادیان تشریف لائے۔ ان کی واپسی پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت حافظ جمال احمد صاحب کو بطور مبلغ سلسلہ ماریشس روانہ فرمایا چنانچہ آپ جون 1928ء میں عازم ماریشس ہوئے، آپ کی روانگی کی خبر دیتے ہوئے الفضل لکھتا ہے: ”آج 13/جون حافظ جمال احمد صاحب معہ اہل و عیال ماریشس روانہ ہوئے۔“

(الفضل 15/جون 1928ء صفحہ 1)

آپ کا بحری سفر بمبئی سے شروع ہوا، جہاں سے جہاز کراچی پہنچا اور چار روز قیام کے بعد آگے روانہ ہوا۔ آپ کی بیٹی محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ بحری سفر کی روداد میں لکھتی ہیں:

”ایک دن والد صاحب کے دل میں آیا کہ جہاز کے اگلے سرے پر کھڑے ہوکر پانی کی موجوں کا تماشہ دیکھنا چاہیے چنانچہ بڑی دیر تک ادھر

کی قدرت کا تماشا دیکھتے رہے، زبان سے پر درد لہجہ میں مندرجہ ذیل آیت نکلی اَمۡ لَہُمۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۴﴾ اور ساتھ ہی رقت پیدا ہو کر طبیعت دعا کی طرف متوجہ ہوگئی۔ علاوہ اور دعاؤں کے ماریشس کی جماعت کے لیے بہت دعائیں کیں کہ خدا تعالیٰ میرے وجود کو ان کے لیے بابرکت بنائے اور ان کے وجود کو میرے لیے بابرکت بنائے اور خدا تعالیٰ ان کے دین میں برکت ڈالے اور ان کی دنیا میں برکت ڈالے .... اور اے خدا ایسا نہ ہو کہ میرا وجود ان کے لیے یا غیر اقوام کے لیے کسی ابتلا کا باعث بنے بلکہ اے قادرِ مطلق خدا! مجھے تمام جزیرہ میں پیغام حق پہنچانے کی توفیق عطا کر تا جس چشمہ سے تو نے ہم کو پلایا ہے وہ بھی اس سے پی کر سیراب ہوں۔‘‘

(الفضل 24/ فروری 1950ء صفحہ 4)

آپ مؤرخہ 27/ جولائی 1928ء کو سرزمین ماریشس پر وارد ہوئے اور نہایت اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ 21 سال تک خدمات دینیہ بجا لاتے ہوئے وہیں مؤرخہ 27/ دسمبر 1949ء کو 52 سال کی عمر میں اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے اور ماریشس کے شہر St.Pierre میں دفن ہوئے۔ قبر آج تک محفوظ ہے۔ آپ کی آخری کارگزاری رپورٹ الفضل 11/ مارچ 1950ء میں شائع شدہ ہے۔ آپ کی وفات پر مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب نے لکھا: ’’افظ جمال احمد صاحب مجاہدانہ زندگی رکھتے تھے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں انہوں نے اسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت شیریں لہجہ عطا فرمایا تھا۔ عالم اور حافظ قرآن تھے اور نہایت خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ مجھے حضرت حافظ صاحب کے ساتھ متعدد تبلیغی سفروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے، وہ سفر وحضر میں بہترین رفیق اور وفادار دوست تھے، طبیعت میں بڑی قناعت تھی اور تکلیف پر صبر کرنے کے عادی تھے۔ جب کبھی ذرا بھی فراغت ہوتی، قرآن کریم پڑھتے رہتے‘‘

(الفضل 11/ مارچ 1950ء صفحہ 6)

حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی حضرت عائشہؓ بانو صاحبہ صحابیہ تھیں، انہوں نے 28/ جون 1920ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔ آپ کی دوسری شادی محترمہ مختار بیگم صاحبہ بنت حضرت مولوی فتح الدین صاحبؓ آف دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور کے ساتھ ہوئی، یہ نکاح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ (الفضل 7/ اکتوبر 1920ء صفحہ 1) پہلی بیوی سے پانچ اور دوسری بیوی سے 9 بچے پیدا ہوئے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ دسمبر 1949ء میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

’’حافظ جمال احمد صاحب کی وفات اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ ماریشس بھیجے گئے تو اُس وقت جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی، اتنی کمزور کہ ہم کسی مبلغ کی آمد و رفت کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مَیں نے تحریک کی کہ کوئی دوست اس ملک میں جائیں۔ اِس پر حافظ صاحب مرحوم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا یا کسی اور دوست نے تحریر کیا کہ حافظ جمال احمد صاحب کو وہاں بھیج دیا جائے ..... حافظ صاحب مرحوم کی شادی مولوی فتح الدین صاحب کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی ....ان کے سسرال کے حالات کچھ ایسے تھے کہ ان کے بعد ان کے بیوی بچوں کا انتظام مشکل تھا اس لیے انہوں نے مجھے تحریک کی کہ انہیں بیوی بچے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ اُس وقت سلسلہ کی مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ پیسے پیسے کا خرچ بوجھل معلوم ہوتا تھا اور اُدھر حافظ صاحب مرحوم کی حالت ایسی تھی کہ انہیں اپنے بیوی بچے اپنے پیچھے رکھنے مشکل تھے۔ مَیں نے کہا کہ میں آپ کو بیوی بچے ساتھ لے جانے کی اجازت دیتا ہوں مگر اِس شرط پر کہ آپ کو ساری عمر کے لیے وہاں رہنا ہوگا۔ اُس وقت کے حالات کے ماتحت انہوں نے یہ بات مان لی اور سلسلہ اور اُن کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد جب ان کے لڑکے جوان ہوئے اور لڑکی بھی جوان ہوئی تو انہوں نے مجھے تحریک کی کہ میرے بچے جوان ہوگئے ہیں اس لیے ان کی شادی کا سوال درپیش ہے، آپ مجھے واپس آنے کی اجازت دیں تا بچوں کی شادی کا انتظام کرسکوں لیکن میری طبیعت پر چونکہ یہ اثر تھا کہ وہ یہ عہد کر کے وہاں گئے تھے کہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اس لیے میں نے اُنہیں لکھا کہ آپ کو اپنے عہد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اپنا عہد یاد ہے لیکن میری لڑکی جوان ہوگئی تھی جس کی وجہ سے مجھے واپس آنے کی ضرورت پیش آئی، اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں یہیں رہوں تو میں اپنی درخواست واپس لے لیتا ہوں۔ بعد میں محکمہ کی طرف سے بھی کئی دفعہ تحریک کی گئی کہ انہیں واپس بلا لیا جائے لیکن میں نے ہمیشہ یہی کہا کہ انہوں نے عہد کیا ہوا ہے اور اُس عہد کے مطابق انہیں وہیں کا ہو رہنا چاہیے۔ ابھی کوئی دو ماہ ہوئے میں نے سمجھا کہ چونکہ اب حالات بدل چکے ہیں اور اب نیا مرکز بنا ہے اس لیے ان کو بھی نئے مرکز سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دینا چاہیے، میں نے انہیں یہاں آنے کی اجازت دے دی اور محکمہ نے انہیں واپس بُلوا بھیجا لیکن خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں.... اور انہیں وہیں وفات دے دی ..... میں سمجھتا ہوں کہ حافظ جمال احمد صاحب بھی اُنہی میں سے تھے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ۔ وہ یہاں سے عہد کر کے گئے تھے کہ وہ وہیں کے ہو رہیں گے۔ جب ہم نے چاہا کہ وہ آ جائیں تو خدا تعالیٰ نے کہا نہیں میں اُن کا عہد پورا کروں گا۔ ماریشس ایک ایسا ملک ہے جہاں بہت ابتدا سے ہمارے مشنری جا رہے ہیں۔ میری خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال سے وہاں مشنری جا رہے ہیں، ایسے پرانے ملک کا بھی یہ حق تھا کہ وہ کسی صحابی یا تابعی کی قبر اپنے اندر رکھتا ہو۔‘‘

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 430 تا437۔ الفضل 12/ فروری 1950ء)

بقیہ: موبائل فون ایک سہولت یا وبال جان...... از صفحہ 3

قوت سماعت کا متاثر ہونا

موبائل فون سے نکلنے والی تیز شعاعیں جہاں جسم کے دوسرے حصوں پر اثر انداز ہورہی ہوتی ہیں وہاں حس سماعت بھی متاثر ہوتی ہے۔ جو لوگ موسیقی کو جنون کی حد تک پسند کرتے ہیں یا واک مین کے ذریعہ موسیقی کثرت سے سنتے ہیں ان کی حس سماعت متاثر ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں ایسے افراد جن کا ٹاک ٹائم کم ہو وہ ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ موبائل کی شعاعیں موبائل کی ساخت پر منحصر ہیں موبائل جتنے زیادہ فنکشنز والا یا پیچیدہ ساخت کا ہوگا اتنی ہی زیادہ شعاعیں اس میں سے خارج ہوں گی۔ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا موبائل فون پر گفتگو کا دورانیہ دن بھر میں آٹھ گھنٹوں سے زائد ہو وہ جلد ہی اس کے مضر اثرات کا شکار ہونے لگتے ہیں اور موبائل فون کے سبب سے ہونے والے سرطان کی شرح پانچ فیصد سے زائد ہے۔ برطانوی ریسرچ کے مطابق 10 سال تک انسان کے قویٰ فون کا کثرت سے استعمال برداشت کرجاتے ہیں مگر اس کے بعد فون کا دیر تک استعمال بیماری کے خطرے کو بڑھا دیتا ہے اور بہرہ پن کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوجاتے ہیں یا ایک کان میں شور سنائی دینے لگتا ہے۔

دماغ کا سرطان

یہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ موبائل فون کی شعاعیں انسانی خلیوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور چونکہ دماغ کا کچھ حصہ موبائل فون کی مائیکرو ویو شعاعوں کے براہ راست سامنے ہوتا ہے اس لئے اس حصہ کے متاثر ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ سویڈش ریسرچرز نے اس امر کا تجربہ چوہوں پر کیا ہے اور دو گھنٹے تک ان کو جب مائیکرو ویو شعاعوں میں رکھا گیا تو ان کے دماغ کے ان خلیوں میں توڑ پھوڑ کا عمل دیکھا گیا جو یادداشت سیکھنے کے عمل اور نقل وحرکت سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابھی اس پر تحقیق کا سلسلہ جاری ہے اور بہت سے خطرات جو ان شعاعوں کی وجہ سے دماغ کے اس حصہ کو ہو سکتے ہیں۔ جو کان کے قریب ترین ہیں سامنے آسکتے ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ بعض کمپنیاں اپنے صارفین کو آفر کرتی ہیں کہ اتنے کا کارڈ خریدو اور اتنے منٹ فری اور ان فری منٹوں کو بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے۔ مبادا یہ ضائع چلے جائیں اور یہ زائد منٹ جو صحت کی بربادی کے سامان پیدا کر دیتے ہیں اس سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں۔

بلڈ پریشر کا بڑھ جانا

ایک تحقیق کے مطابق موبائل فون کے استعمال سے بلڈ پریشر کا بھی بڑھ جانے کا احتمال رہتا ہے اور اگر آدھ گھنٹہ سے زائد موبائل فون کا استعمال کیا جائے تو الیکٹرو میگنیٹنگ فیلڈ موبائل فون سے پیدا ہوتی ہیں جس کی وجہ سے بلڈ پریشر میں اضافہ ہوجاتا ہے اور یہ اضافہ کسی شخص کو سڑوک یا دل کے حملے کے لئے بھی کافی ہوتا ہے۔

بلڈ پریشر کے بڑھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موبائل کی موجودگی میں انسان کو سکون میسر نہیں۔ باوجود اکیلا اور تنہا ہونے کے کسی وقت اس کے سیٹ سے آواز آنے لگے تو اسے اس کا جواب دینا پڑتا ہے چاہے رات ہی کا وقت کیوں نہ ہو اور یوں اس کی نیند پوری نہیں ہو پاتی اور یہ بے آرامی جسم میں تناؤ کا باعث بنتی ہے جو بلڈ پریشر کے بڑھنے پر منتج ہوتی ہے۔

انسانی صحت پر بُرے اثرات پیدا کرنے والا ایک بڑا عنصر ٹیلی کمیونیکیشن کمپنیوں کی طرف سے لگائے جانے والے بیس سٹیشن ہیں جو شہری آبادی کے اندر لگائے جاتے ہیں اور اسکولز اور ہسپتالوں کی عمارتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ فرانس میں ایک سروے کے مطابق اس بیس اسٹیشن جس کو انٹینا یا ٹاورز کا نام دیا جاسکتا ہے سے 300 میٹر کے علاقے کے اندر اندر جو شہری آباد ہیں وہ ان انٹینا سے نکلنے والی شعاعوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور عموماً تھکاوٹ، سر درد، نیند کی بے قاعدگی اور یادداشت کی کمزوری اور بے چینی جیسے مسائل کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ تو اس ٹاورز کے اردگرد بسنے والوں کی کیفیت کا حال ہے اور جب تیز توانائی کی ریڈیو فریکونسی کی لہریں انسان موبائل فون کے ذریعہ اپنے جسم کے نازک حصوں کے پاس وصول کرتا ہے تو اُن پر بد اثرات کا اندازہ خود لگایا جاسکتا ہے۔

(باقی ہفتہ کو ان شاء اللہ)

(ابوسعید)

محمد کاشف

نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے

نماز دین کا اہم بنیادی رکن ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ؕ وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ

(العنکبوت: 46)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کر۔ یقیناً نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً ہر ذکر سے بڑھ کر ہے۔

احادیث رسول ؐ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سردی کی وجہ سے دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا اور مسجد میں دور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ بھی ایک قسم کا رباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنے کی طرح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دو دفعہ فرمائی۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل اسباغ الوضوء علی مکارہ)

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے بیان کیا کہ نماز کس طرح انسان کے گناہ مٹاتی ہے فرمایا:

کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی شخص کے دروازے کے پاس سے صاف شفاف پانی کی نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے بدن پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کرتا ہے۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ الشمس کفارتہ للخطاء)

ارشاد حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کر دے۔ انسان درد اور فرقت میں پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو جس سے وہ اطمینان اور سکونت اسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے مگر یہ بات اپنی کسی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی جب تک خدا نہ بلاوے یہ جا نہیں سکتا۔ جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہو سکتا۔ بہتیرے لوگ اس پر گواہ ہیں کہ بارہا یہ جوش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں گناہ دور ہو جاوے جس میں وہ مبتلا ہیں لیکن ہزار کوشش کریں دور نہیں ہوتا باوجود یہ کہ نفس لوامہ ملامت کرتا ہے لیکن پھر بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک کرنا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اپنی طاقت سے کوئی نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے لئے سعی کرنا ضروری امر ہے۔ غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے دور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دور سے قریب کرنے کے لئے نماز ہے۔ اس ذریعہ سے ان بدیوں کو دور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیے جاتے ہیں۔ یہی سر ہے جو کہا گیا ہے کہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے یا نماز فحشاء یا منکر سے روکتی ہے۔ پھر نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لیے اس کا نام صلوٰۃ ہے کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ بد ارادوں اور برے جذبات کو اندر سے دور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کر دے۔ صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 92-93)

اقتباسات خلفائے احمدیت

- حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی ظاہری پاکیزگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نماز ظاہری پاکیزگی اور ہاتھ منہ دھونے اور ناک صاف کرنے اور شرمگاہوں کو پاک کرنے کے ساتھ یہ تعلیم دیتی ہے کہ جیسے میں ظاہری پاکیزگی کو ملحوظ رکھتا ہوں اندرونی صفائی اور پاکیزگی اور سچی طہارت عطا کر۔

(الحکم 24 جنوری 1903ء، حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 339)

- حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

نماز پڑھنے سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی لقاء ہوتی ہے۔ بلکہ انسان کو ذاتی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت سی خرابیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت: 46) کہ حقیقی نماز انسان کو بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔ پس جو شخص نماز پڑھتا ہے اس کو ذاتی طور پر یہ فائدہ پہنچے گا کہ وہ کئی قسم کی بدیوں سے بچ جائے گا جس سے دوسرے لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ گویا نماز پڑھنے والا ایک محفوظ قلعہ میں داخل ہو جائے گا جس کے اندر شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 435)

- حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہر نماز پہلی نماز اور اپنی درمیان کی غفلتیں اور کوتاہیاں دور کرتی ہے اور ہر جمعہ پہلے جمعہ اور اپنے درمیان کی کوتاہیوں اور غفلتوں کو جو باقی رہ جاتی ہیں دور کرتا ہے۔

(خطباتِ ناصر جلد 5 صفحہ 672)

- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نماز کے ذریعہ ہی آپ کی اصلاح ہوتی ہے۔ یہی ہے جو آپ کو صالح بناتی ہے۔ یہی ہی جو آپ کو شہادت عطا کرتی ہے۔ یہی ہے جو آپ کو صدیقیت کے مقام تک پہنچاتی ہے اور یہی ہے جو نبوت کے رنگ آپ میں پیدا کرتی ہے۔ کوئی نبی نہ بھی بنے نماز انسان کے وجود میں نبوت کے رنگ پیدا کر دیتی ہے۔ یعنی ضروری نہیں کہ نبوت کا لقب خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔

(خطباتِ طاہر جلد 4 صفحہ 991-992)

- ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

قرآن کا جو یہ اعلان ہے یہ دعویٰ ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت: 46) کہ یقیناً نماز بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے، آج بھی اپنی پوری آب و تاب سے پورا ہو رہا ہے اور اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔ یہ اعلان کہ جو لوگ خالص ہو کر نمازیں پڑھتے ہیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں، یہ نمازیں یقیناً ان کو برائیوں سے اور فحشاء سے اور ناپسندیدہ باتوں سے روکنے والی ہیں۔

(خطباتِ مسرور جلد 9 صفحہ 422)

مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام مسجد فضل لندن

سیرت حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادقؓ

قسط دوم و آخر

تسلسل کے لیے الفضل 31/ دسمبر 2022ء، ملاحظہ کریں

تبلیغ کا بے پناہ جذبہ

حضرت مفتی صاحبؓ کی زندگی میں ایک بہت نمایاں بات یہ تھی کہ آپؓ میں بے پناہ جذبۂ تبلیغ تھا۔ تبلیغ کرنا اور ہر شخص کو، ہر جگہ اور ہر موقع پر اسلام واحمدیت سے آگاہ کرنا آپ کا دن رات کا مشغلہ تھا یہ جذبہ ایک جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے لیکن آپ کا کمال اور نمایاں وصف یہ تھا کہ موقعہ کی مناسبت سے بہت پرحکمت انداز میں تبلیغ کرتے۔

ایک موقعہ پر آپ ایک گاڑی میں سوار ہوئے جو مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ بیٹھنے کو کوئی جگہ نہ ملی۔ آپ ایک طرف ہو کر ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو گئے جہاں سے سب مسافر آپ کو دیکھ سکیں۔ جونہی گاڑی روانہ ہوئی حضرت مفتی صاحبؓ نے سب مسافروں کو مخاطب کر کے اپنی تقریر کا آغاز کچھ اس طرح کیا کہ: صاحبان! میرے واسطے بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ آپ صاحبان کے سامنے کھڑا ہوں اس سے فائدہ اٹھا کر میں آپ کو کچھ سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے ان لوگوں کو احمدیت سے متعارف کروایا۔

ایک دفعہ بمبئی کے ایک بازار میں کسی دوست کے ساتھ گزر رہے تھے کہ کسی ساتھی نے کہا کہ یہ جو عرضی نویس اپنے کام میں مصروف ہے اس کو تبلیغ کر کے دکھائیں۔ آپ نے فرمایا ابھی کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اس کے سامنے جا بیٹھے اور کہا کہ مجھے ایک اچھا سا خط لکھوانا ہے۔ عرضی نویس نے کاغذ اور قلم لیا اور کہا لکھوایئے۔ آپ نے لکھوانا شروع کیا۔ فرمایا کہ جناب نظام صاحب والی حیدر آباد کے نام یہ پیغام لکھو کہ ”حضرت رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام دنیا کو محمدی جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے آنا تھا، قادیان میں اس کا ظہور ہو چکا ہے اور میں آپ کو اس کے ماننے کی دعوت دیتا ہوں“۔ اس پرحکمت انداز سے آپ نے اس عرضی نویس کو بھی تبلیغ کی اور خط لکھوا کر والی حیدر آباد کو پوسٹ کر دیا۔

مفتی صاحب کی بابرکت عادات

کسی انسان کی بلند سیرت اور کردار کا اندازہ اس کے ان جذبات اور خیالات سے بھی ہوتا ہے جو وہ بے تکلفی کے ماحول میں بیان کرتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی زندگی میں لاتعداد روشن مثالیں نظر آتی ہیں۔ آپ کی ایک بہت ہی بابرکت اور مفید عادت یہ تھی کہ آپ اپنے خیالات اور جذبات کو ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔ خطوط اور مضامین بڑی کثرت سے لکھتے۔ ڈائری لکھنا بھی آپ کا معمول تھا۔ زندگی کے مختلف مراحل میں، مختلف مقامات اور مختلف کیفیات سے گزرتے ہوئے آپ نے اپنے تاثرات کو خوب بیان کیا ہے۔ مفتی صاحبؓ کا قلم اسپِ تازی کی طرح دوڑتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحریر اور بیان کا ایک خاص ملکہ اور دلربا انداز بھی عطا فرمایا تھا۔ جب ایسے دلکش انداز بیاں کے ساتھ پاکیزہ اور مطہر جذبات بھی شامل ہو جائیں تو پھر تو تحریر کی دلکشی اور رعنائی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پاکیزہ جذبات اور حسنِ بیان کو ظاہر کرنے کے لئے دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب نظام وصیت کی بنیاد ڈالی تو حضرت مفتی صاحبؓ نے بھی فوراً لبیک کہنے کی سعادت پائی۔ آپ نے جن مخلصانہ جذبات کا اظہار اپنی وصیت میں کیا وہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے وصیت کی کہ وفات کے بعد ان کی جائیداد، ساری کی ساری، اشاعت اسلام کے لئے سلسلہ کے سپرد ہو گی۔ اس کے بعد لکھا:

”یاد رہے کہ مذکورہ بالا وصیت سارے ترکہ کے دینے کی اس کی شرط کے ساتھ مشروط نہیں کہ میں اس مقبرہ بہشتی میں دفن کیا جاؤں بلکہ میرا ترکہ ہر حال میں اس راہ میں دے دیا جاوے خواہ میں کسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ میں اپنے آپ کو ایک ناکارہ اور نابکار اور بے عمل اور بہت عاجز انسان پاتا ہوں۔ پس میں اس مقبرہ میں جگہ پانے کی بات کو اپنے رب کی غفاری اور ستاری اور اس کے فضل و احسان پر چھوڑتا ہوں۔“

قادیان سے عشق و محبت

وطن سے محبت کسے نہیں ہوتی! بھیرہ آپ کا وطن تھا لیکن صرف ان معنوں میں کہ آپ وہاں پیدا ہوئے تھے ورنہ قلبی جذبات اور لگاؤ کے لحاظ سے آپ قادیان کے ہو چکے تھے اور تخت گاہ رسول قادیان کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں کچھ اس طرح سرایت کر چکی تھی کہ ہر خاص موقع پر دارالامان کی یاد آپ کو آبدیدہ کر دیتی اور آپ پر فرقت کا ایک ایک لمحہ کوہِ گراں بن جاتا۔ مارچ 1908ء میں حضرت مفتی صاحبؓ کو کسی ضروری کام سے بھیرہ جانا پڑا جو آپ کا مولد ومسکن تھا۔ وہاں جا کر آپ کے جذبات کا کیا عالم تھا ان الفاظ سے اندازہ لگایئے۔ آپ نے لکھا:

”لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیرا وطن ہے تیرا گھر ہے تیرے باپ دادا کی جگہ ہے۔ یہاں رہنا چاہئے اور کچھ عرصہ رہنا چاہئے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں اور محبت بھرے دل سے کہتے ہیں پر میں حیران و سرگرداں ہوں کہ یا الٰہی میں کہاں آ گیا۔ یہ کس گناہ کی شامت ہے جو میں چند روز کے واسطے مسیح کے قدموں سے دور پھینکا گیا۔“

اپنی قلبی کیفیت کو ایک خط میں یوں بیان کیا کہ:

”اپنے وطن میں ہوں اور پھر بھی وطن سے بہت دور ہوں۔ اہل وطن کے لئے میرا آنا ایک عید بن گیا ہے پر میرا چاند میری آنکھوں سے اوجھل ہے۔“

حضرت مفتی صاحبؓ کے یہ مخلصانہ جذبات آپ کی اس دلی محبت اور عشق کے غماز ہیں جو آپ کو قادیان اور شاہِ قادیان سے تھی۔ کتنی سچی اور بے تکلفانہ محبت درِ محبوب سے ہے کہ اس کے مقابلہ پر اپنے اصلی مولد میں ایک پل بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے سارے صحابہ ہی آپ سے والہانہ عقیدت اور فدائیت میں ایک خاص شان رکھتے تھے۔ ایک سے ایک

بڑھ کر تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو بھی اس نعمت سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ آپ مسیحِ محمدی کے عاشق صادق تھے اور اس شمع نور کا پروانہ صفت طواف کرتے اور خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

خدمت کے دلکش انداز

ایک ہندو مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ کی کاروائی جاری تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کو عدالت میں کرسی دی جاتی تھی حضرت مفتی صاحبؓ کرسی کے ساتھ اپنے آقا کے قدموں میں بیٹھے تھے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ حضور کے پاؤں نیچے زمین پر پڑے رہنے سے تھک گئے ہیں۔ آپ نے جلدی سے اپنا کوٹ اتارا اور اپنی پگڑی کو اس میں لپیٹ کر ایک چوکی سی بنا کر حضرت اقدس علیہ السلام کے پاؤں کے نیچے رکھ دی۔

حضرت اقدس علیہ السلام کے ارشادات کی تعمیل تو آپ کی روح کی غذا تھی۔ اشارہ پاتے ہی فوری تعمیل فرماتے۔ 1908ء کی بات ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام ان دنوں زلزلہ کی وجہ سے بہشتی مقبرہ والے باغ میں مقیم تھے۔ ایک روز حضور اقدس علیہ السلام نے حضرت مفتی صاحبؓ کو آواز دی اور ایک کاغذ دیتے ہوئے فرمایا: ”مفتی صاحب یہ کاغذ لے لیں اور لاہور چلے جائیں۔“ قریب ہی ایک صحابی کھڑے تھے۔ وہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحبؓ نے آقا کے دست مبارک سے وہ کاغذ لیا اور اسی وقت سیدھے اڈے کی طرف چل دیئے اور فوراً لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔

تین مقدس زبانوں کا منادی

یہ بات کسی کے اختیار میں نہیں کہ وہ کس دور میں پیدا ہو۔ لیکن یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اچھے دور میں پیدا ہونا یقیناً اس شخص کی خوش قسمتی اور سعادت ہے۔ رسول پاکؐ کے صحابہ اس لحاظ سے دنیا میں افضل ترین وجود تھے اور پھر وہ جنہیں نبی کریمؐ کے روحانی فرزند جلیل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں پیدا ہونے کی سعادت ملی۔ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی ان خوش قسمت وجودوں میں سے تھے جنہوں نے مسیح پاک علیہ السلام کا دورِ سعید پایا اور اس کی برکتوں سے حد استعداد تک اپنی جھولیاں بھریں اور پھر اس کے بعد قدرتِ ثانیہ کی دو بہاریں بھی دیکھیں اور ان ادوار میں بھی جماعت کی قابل رشک خدمات

کی سعادت پائی۔جس خلوص اور وفا سے آپ نے مسیح علیہ السلام کی خدمت کا حق ادا کیا اسی جذبہ ءاطاعت اور والہانہ وابستگی سے آپ مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس جانشینوں کی خاکِ پا بنے رہے۔ خلافت اولیٰ کے دور میں اور خلافت ثانیہ کے ابتدائی چند سالوں میں آپ کو جس خدمت کی بہت ہی امتیازی رنگ میں توفیق ملی وہ آپ کے تبلیغی اور تربیتی دورے تھے۔ آپ نے متحدہ ہندوستان کے طول وعرض میں قریہ قریہ اور بستی بستی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کی آمد کی نوید سنائی۔ ملک کا شاید ہی کوئی ایسا کونہ یا کوئی معروف شہر ہو جہاں آپ نہ پہنچے ہوں۔ حضرت مفتی صاحبؓ ہر جگہ پہنچے اور اس کثرت سے جگہ جگہ اسلام واحمدیت کی منادی کی کہ ہر طرف سے اس کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ یہ کوئی رسمی دورہ اور رسمی تقاریر کا سلسلہ نہیں تھا بلکہ تبلیغ کی ایسی موثر مہم تھی جو ساتھ کے ساتھ تازہ پھل عطا کرتی تھی۔ آپ کا اندازِ بیان ایسا برمحل، برجستہ اور پرحکمت ہوتا کہ سننے والوں کے دلوں کو مسخر کر لیتا۔ بات آپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلتی اور لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی۔حقیقی تبلیغ اسی کا نام ہے خدائے منان نے یہ وصف حضرت مفتی صاحبؓ کو بدرجہ اتم عطا فرمایا تھا۔اس کیفیت کا پورا نقشہ کھینچنا تو میرے بس کی بات نہیں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک پُر اثر تبلیغی خطاب

1913ء میں آپ ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اہل ہوشیارپور کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے خطاب کا آغاز اس انداز میں کیا۔ فرمایا:

’’اے ہوشیارپور! سن اور غور کر۔ ایک مسافر کی آواز پر کان رکھ تا کہ تیرا بھلا ہو۔ میں تجھ میں سے نہیں۔ تیرے اندر رہنے والوں سے نہیں۔ باہر سے آیا ہوں۔ پر تجھ سے کچھ مانگنے نہیں آیا۔ اپنے اس سفر میں تجھ سے کوئی نفسانی غرض نہیں رکھتا۔ اگر تو دولت مند شہر ہے تو مجھے تیری دولت سے کچھ مطلب نہیں۔ اگر تو امیر ہے تو مجھے تیری امارت سے کوئی غرض نہیں۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ تو ہوشیارپور ہے۔ اس واسطے میں نے چاہا کہ تجھے خیرخواہی کی ایک بات سناؤں جس سے تجھے فائدہ ہو سو تو اس فقیر کی آواز سن جو اپنے لئے نہیں بلکہ تیرے لئے، تیرے شہر میں آکر صدا لگاتا ہے! تو سن اے ہوشیارپور! اور غفلت کی نیند سے جاگ! پر اگر تو نہیں سنتا تو میں تیرے درودیوار کو اور تیری زمین کو اور تیرے آسمان کو سناتا ہوں تا کہ وہ اس بات کے گواہ ہوں کہ میں نے اپنی بات تجھ تک پہنچائی پر تو نے توجہ نہ دی۔ میں نے اذان دی پر تو نہ جاگا؟!‘‘

یہ تھا واعظانہ انداز حضرت مفتی صاحبؓ کا جس سے آپ نے ہندوستان کے کونے کونے میں پیغام حق کی منادی کی۔خواب غفلت میں پڑے ہوؤں کو جگایا اور محروموں کو آبِ حیات کے جام عطا فرمائے!

انگلستان میں دعوت الی اللہ

1907ء کی بات ہے سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ اب سلسلہ کا کام بڑھ رہا ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ بعض نوجوان دور ونزدیک تبلیغ کے کام کے واسطے اپنی زندگیاں وقف کریں۔حضرت مفتی صاحبؓ جو ہمیشہ اس انتظار میں ہوتے تھے کہ خدمت کا کوئی موقع ہو اور وہ اس کو حاصل کریں۔ انہوں نے فوراً حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ: ’’اگر اس لائق سمجھا جاؤں تو دنیا کے کسی حصہ میں بھیجا جاؤں۔‘‘ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ’’منظور‘‘۔ خدا کے برگزیدہ مسیح کی عطا کردہ اس منظوری کے مطابق حضرت مفتی صاحبؓ کو پہلے برطانیہ میں اور پھر امریکہ میں قریباً سات سال تک تبلیغ اسلام کی عظیم سعادت عطا ہوئی۔ ان دونوں عظیم ممالک میں آپ کو جس شان اور کامیابی سے دعوت الی اللہ کی توفیق ملی ان کی تفاصیل جماعتی اخبارات میں شائع شدہ ہے۔ ان کی تفاصیل میں جانا تو ممکن نہیں لیکن یہ بات پورے، وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سات سال کا یہ عرصہ حضرت مفتی صاحبؓ کی زندگی کا ایک سنہری زمانہ تھا جس میں آپ نے تبلیغی میدان میں خوب جولانیاں دکھائیں اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اس شعر کی زندہ تفسیر بن گئے کہ

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

1917ء میں اس سنہری دور کا آغاز ہوا جب آپ انگلستان کے لئے روانہ ہوئے۔ نہایت مخلصانہ اور فدایانہ جذبہ سے آپ اس سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک خط میں آپ نے لکھا کہ ’’میں نے اپنی طرف سے موت کی تیاری کر لی ہے اگر میں الٰہی رضا کے لئے قربان ہو جاؤں تو سمجھو کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔‘‘ واقعات گواہ ہیں کہ مسیح پاک علیہ السلام کے عاشق صادق اور اسلام کے اس شیدائی نے اپنے قول کو سچ کر دکھایا اور اپنی ساری خداداد پاک قوتیں اس راہ میں قربان کر دیں۔حضرت مفتی صاحبؓ کو تبلیغ کا ایک جنون تھا۔ یہ آپ کی روح کی غذا اور زندگی کا مقصد تھا۔ آپ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر تبلیغ کرتے لیکن اسلامی تعلیم کے عین مطابق بہت پرحکمت انداز میں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وجاہت اور رعب عطا کیا تھا علم سے نوازا تھا اور ہر ایک پر تاثیر انداز بیاں عطا فرمایا تھا۔

سفر میں خدائی مدد اور حفاظت

صاحب کشف والہام بزرگ تھے ہمیشہ روبخدا رہتے۔ ہر کام کا اور بالخصوص تبلیغ کا آغاز دعا سے کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تبلیغ دلوں پر نمایاں اثر کرتی۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعوت الی اللہ کے شیریں اثمار عطا فرمائے۔بمبئی سے جہاز روانہ ہوتے ہی حضرت مفتی صاحبؓ کی تبلیغ کا آغاز ہو گیا اور تین دن کے اندر اندر ایک انگریز نے اسلام قبول کر لیا اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔سفر کے دوران ہی متعدد افراد نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔

ہر مخلص داعی الی اللہ کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی تائید ونصرت کے نشانات سے نوازتا ہے۔حضرت مفتی صاحبؓ نے بھی ساری زندگی اس کے ایمان افروز نظارے دیکھے۔ اس سفر پر آپ کو ایک جگہ کچھ رقم کی ضرورت پیش آئی۔ کوئی دوست اور کوئی واقف نہ تھا جس سے رقم ملنے کی توقع ہوتی۔ ہاں ایک ہی تھا جو ہر داعی الی اللہ کا معین ومددگار ہوتا ہے۔ اس خدائے قدیر نے ایسا انتظام کیا کہ جہاز ایک بندرگاہ پر رکا تو اچانک ایک احمدی دوست آپ سے ملنے آگئے اور واپس جاتے ہوئے کچھ رقم آپ کی جیب میں ڈال گئے۔ دیکھا تو بالکل اتنی رقم تھی جتنی آپ کو ضرورت تھی۔

حفاظت کی خوشخبری

سفر کی ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشخبری کے طور پر یہ نظارہ دکھایا تھا کہ آپ خیریت سے منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ راستہ میں ایک موقع ایسا آیا کہ یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ یہ جہاز کچھ دیر میں ڈوبنے والا ہے۔ جہاز میں کہرام پڑ گیا اور ہر طرف نفسانفسی کا عالم دکھائی دینے لگا۔ چھوٹی کشتیوں کے بارہ میں جھگڑے ہونے لگے کہ جہاز کی غرقابی کی صورت میں کس کو جگہ مل سکتی ہے اور کس کو نہیں۔ ہر مسافر جان بچانے کی فکر میں تھا۔ ہاں ایک بندہ خدا کا منادی، مفتی محمد صادقؓ ایسا تھا جس کو کوئی غم نہ تھا۔ وہ لوگوں کو تسلیاں دیتا اور یقین دلاتا پھر رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ جہاز جس میں مسیح زماں کا ایک غلام سوار ہے، ہر گز تباہ نہیں ہو گا۔ اس نے پورے اعتماد سے کشتی پر اپنی سیٹ بھی دوسروں کو پیش کر دی اور بالآخر وہی ہوا جس کی خوشخبری آپ کو دی گئی تھی۔ جہاز خیریت سے منزل پر پہنچا اور اسلام کی صداقت کا زندہ نشان ظاہر ہوا۔حضرت مفتی صاحبؓ کو تبلیغ کا ایک عمدہ موقع مل گیا جس سے آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

تبلیغ کا نئے سے نیا انداز

ایک کامیاب داعی الی اللہ کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر جگہ حکمت سے تبلیغ کی راہ نکالے اور تبلیغ کے ہر موقع سے بھرپور استفادہ کرے۔ یہ صفت حضرت مفتی صاحبؓ میں بدرجہ کمال پائی جاتی تھی۔ انگلستان میں قیام کے دوران آپ نے ہر موقع پر تبلیغ کی راہ نکالی۔ بادشاہ معظم نے کسی جلوس کے موقع پر آپ کو توجہ سے دیکھا تو آپ نے اسے شکریہ کا خط لکھا اور تبلیغ کی راہ نکال لی۔ پارک میں تبلیغ کرتے ہوئے کسی واعظ نے سوالات کی دعوت دی تو مفتی صاحب نے بھی سوال کر دیا اور اس طرح تبلیغ اسلام کا موقع پیدا کر لیا۔ چرچ میں اجلاس کا سنا تو وہاں جاپہنچے اور لوگوں کو اسلام سے متعارف کروایا۔ الغرض آپ نے دعوت اسلام کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ آپ نے مناظرے بھی کئے اور تقاریر بھی۔عوام کو بھی تبلیغ کی اور خواص کو بھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں سعید فطرت لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی۔

اگلا میدان تبلیغ

حضرت مفتی صاحبؓ کا اگلا میدان جہاد امریکہ تھا۔ آپ 1920ء میں ایک بحری جہاز پر سوار ہو کر امریکہ کے لئے روانہ ہوئے قبولیت دعا اور تائید الٰہی کا ایک عجیب واقعہ اس سفر میں رونما ہوا۔ ایک سخت سمندری طوفان نے جہاز کو آگھیرا۔طوفان اتنا شدید تھا کہ جہاز کی غرقابی کا خوف محسوس ہونے لگا۔ مسافروں کی چیخ و پکار سے ہر طرف شور قیامت برپا تھا۔ جہاز اور اس کے مسافر سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے رحم و کرم پر تھے۔ اس موقع پر مسیح محمدی کے پہلوان حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے جو تبلیغ جہاد کے لئے پابرکاب تھے، ایک عجیب جلالی انداز میں سمندر کو یوں مخاطب کیا:

’’اے سمندر! کیا تجھے معلوم نہیں کہ تجھ پر کون جارہا ہے۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک خادم ہے جو اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ خدا کے دین کی خدمت کے لئے جارہا ہے۔ کیا تو مجھے دکھ دے گا؟‘‘

حضرت مفتی صاحبؓ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیار اور شفقت اور مسیح ومہدی کے ایک ادنیٰ غلام کی دعا کی قبولیت کا نشان خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جونہی میں نے اپنی بات ختم کی جو دراصل اللہ کے حضور ایک عاجزانہ التجا تھی، میں نے دیکھا کہ گویا آسمان سے فرشتے اترے ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سمندر کی متلاطم موجوں کو ساکن کر دیا۔

امریکہ میں دعوت اسلام

امریکہ میں حضرت مفتی صاحبؓ کا قیام ہر لحاظ سے ایک بھرپور قیام تھا۔مشکلات اور مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور قبولیت کے جلووں کی ضیاء بھی آپ کو قدم قدم پر عطا ہوئی۔جہاز فلاڈلفیا پہنچا تو امریکی حکومت نے آپ کو امریکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔بالآخر دو ماہ کے بعد بمشکل اجازت ملی۔لیکن اس پابندی کے عرصہ میں آپ کی آمد کی خوب تشہیر ہوئی اور آپ کی تبلیغی کوششوں کو فوراً پھل لگنے شروع ہوگئے۔ابتداء میں آپ کو بے شمار مشکلات سے دوچار ہونا پڑا لیکن آپ نے ہر مشکل کو خوش دلی سے قبول کیا اور خدا تعالیٰ سے اس کی جزاء پائی۔ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے لکھا:

’’قریباً ہر شب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یا خلیفہ اولؓ یا حضرت فضل عمرؓ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔دن بھر اجنبیوں میں ہوتا ہوں اور رات بھر اپنوں میں۔‘‘

حضرت مفتی صاحبؓ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مثالی داعی الی اللہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بارعب شخصیت اور موثر انداز تبلیغ عطا فرمایا تھا۔آپ امریکہ کی سڑکوں اور گلیوں میں پھرتے تو راہ چلتے مرد اور عورتیں آپ کی پرکشش شخصیت اور لباس سے متاثر ہوکر رک جاتے اور ایک دوسرے کو مخاطب ہوکر کہتے کہ Look, Jesus Christ has come یہی بات حضرت مفتی صاحبؓ کی تبلیغ کا نقطہ آغاز بن جاتی۔آپ انہیں بتاتے کہ میں مسیح پاک علیہ السلام کا ادنیٰ خادم ہوں آپ نے اخبارات میں مضامین، اشتہارات اور خطوط کے ذریعہ بھی تبلیغ کی اور انفرادی و اجتماعی رنگ میں بھی پیغام حق پہنچایا۔بڑی کثرت سے، جگہ جگہ اسلام کے بارہ میں تقاریر کیں۔فلاڈلفیا، نیویارک اور شکاگو میں بطور خاص تبلیغی خدمات جاری کیں۔مسلم سن رائز کے نام سے ایک انگریزی رسالہ جاری کیا اور شکاگو میں پہلی احمدیہ مسجد تعمیر کرنے کی سعادت پائی۔آپ کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دی گئیں اور ایک مسلمان لیڈر نے آپ کو ’’موجودہ زمانہ کا خالد‘‘ قرار دیا۔آپ کی امریکہ سے واپسی سے قبل آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ چند سال قبل آپ کو ملک میں داخلہ کی اجازت سے انکار کیا گیا اور واپسی سے قبل اسی ملک کے اخبارات نے آپ کے بارہ میں تعریفی مضامین لکھے اور آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

عاجزی اور انکساری

داعی الی اللہ کا یہ بھی ایک بنیادی وصف ہے کہ وہ ہمیشہ عاجزی اور انکساری کے بلند مقام پر قائم رہتا ہے، کسی کامیابی کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا، نہ اپنے علم اور زور بازو کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ تحدیث نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی کامیابیوں کا تذکرہ ضرور فرماتے لیکن ہمیشہ ایک مومنانہ انکساری کے ساتھ۔امریکہ میں مذہبی لحاظ سے ایک تہلکہ برپا کرنے اور سینکڑوں افراد کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے بعد جب آپ کا جہاز واپسی کے لئے روانہ ہونے لگا تو آپ نے امریکہ کی طرف دیکھا۔بے اختیار آنکھیں پُرآب ہوگئیں۔اس لئے نہیں کہ آپ کو امریکہ رہنے کا شوق تھا یا اس کی جدائی شاق گزر رہی تھی۔آخر ان آنسوؤں کی سبب کیا تھا۔آپ فرماتے ہیں ’’اس لئے کہ جس خدمت پر معمور کیا گیا تھا اس کا حق مجھ سے پوری طرح ادا نہ ہو سکا۔میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حق خدمت بجا نہ لا سکا۔‘‘

قادیان واپس پہنچے تو جہاں کہیں آپ کی خدمات اور کامیابیوں کا تذکرہ ہوا آپ نے یہی فرمایا کہ ’’لاریب خدا تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں کامیابیاں عطا فرمائی ہیں۔مگر یہ میرا معجزہ نہیں بلکہ سیدنا محمودؓ کا معجزہ ہے یہ اسی کا عزم تھا جس نے مجھ سے سب کچھ کروایا۔اس کا عزم، اس کی توجہ اس کی دعائیں اور خدا تعالیٰ کا فضل جو اس پر نازل ہوا اور اس کے ذریعہ ہم پر بھی نازل ہوا۔یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ ہے۔‘‘

خوش نصیب انسان

مبارک زندگی وہی ہے جو خدمت اسلام سے معمور ہو۔انسان کی سب سے بڑی سعادت یہی ہے کہ اس کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ خدمت دین میں بسر ہو۔حضرت مفتی صاحبؓ اس لحاظ سے بھی بہت ہی خوش نصیب انسان تھے کہ انہیں زندگی بھر مختلف حیثیتوں میں اور مختلف مقامات پر متنوع نوعیت کی خدمات بجالانے کی توفیق اور سعادت نصیب ہوئی۔مسیح زماں علیہ السلام کی پاکیزہ صحبت سے فیضیاب ہوئے۔پیارے آقا کی آنکھوں کے سامنے شاندار خدمات سرانجام دے کر دلی دعائیں اور ماں سے بڑھ کر پیار حاصل کیا۔ہندوستان کے کونے کونے میں حق کی منادی کرنے کے بعد برطانیہ اور امریکہ میں اسلام کی تبلیغ کی۔واپس آکر تبلیغی اور تربیتی تقاریر کا ایک وسیع سلسلہ جاری کیا۔مختلف جماعتی عہدوں پر کام کرنے کی توفیق پائی۔حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیوٹ سیکرٹری بھی رہے۔یہ غیر معمولی سعادت بھی آپ کے نصیب میں آئی کہ آپ نے خلیفۂ وقت حضرت مصلح موعودؓ کے نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے وکالت کے فرائض سرانجام دیئے اور ایک دوسرے موقع پر نکاح کا اعلان کیا۔

خدمات پر ایک نظر

تحریر کے میدان میں بھی تاریخی اور پائیدار خدمات کی توفیق ملی۔آپ کی کتب، بیان کردہ روایات اور سلسلہ کے اخبارات میں شائع شدہ مضامین اور رپورٹیں تاریخ احمدیت کا ایک عظیم ماخذ ہیں۔لسانی خدمات کے میدان میں آپ نے ایک امتیازی مقام پایا۔اکناف عالم میں آپ کی تبلیغی تقاریر کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی جن کو سن کر سینکڑوں افراد نے اسلام کے نور سے اپنے نہاں خانوں کو منور کیا۔میدان مناظرہ میں بھی آپ کو نمایاں فتوحات نصیب ہوئیں۔علمی اور تربیتی تقاریر کے ذریعہ بھی آپ نے غیرمعمولی خدمات کی توفیق پائی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلوں کو موہ لینے والا اندازِ خطابت عطا فرمایا تھا۔آپ تقریر شروع کرتے تو مجمع ہمہ تن گوش ہو جاتا۔خاص طور پر ذکرِ حبیب کے موضوع پر آپ کی تقاریر ایک نرالی شان کی حامل ہوتیں۔مسیح پاک علیہ السلام کی سیرت کے واقعات کو اس محبت، سادگی اور خوبصورتی سے بیان کرتے کہ گویا تصویر کھینچ کر رکھ دیتے اور سننے والے یوں محسوس کرتے کہ واقعی اس حبیب کی مجلس میں جا پہنچے ہیں۔الغرض میں کس کس خوبی کا ذکر کروں اور کس کس خدمت کا تذکرہ کروں۔وہ ایک مقدس، خدا رسیدہ، خدا نما وجود تھا۔عاشق محمد ﷺ تھا مسیح موعود علیہ السلام کا پروانہ تھا۔اسلام کا شیدائی اور ایک مثالی داعی الی اللہ تھا۔نہایت جلیل القدر عالم باعمل تھا۔آسمان احمدیت کا درخشندہ ستارہ تھا۔

حبیب خدا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کسی کی بھی پیروی کروگے وہ تمہیں ہدایت سے ہمکنار کردے گا۔یہ عظیم مرتبہ ہمارے اس دورِ آخرین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو بھی حاصل ہے جن کے بارہ میں ہمارے آقا نے یہ نوید سنائی ہے کہ:

صحابہ سے ملاجب مجھ کو پایا

حق یہ ہے کہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام بھی آسمانِ روحانیت کے ستارے ہیں جو زندگی کی تاریک راہوں میں بھٹکنے والوں کے لئے دلیلِ راہ کا حکم رکھتے ہیں۔جسمانی طور پر اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے باوجود ان کا یہ روحانی فیض آج بھی جاری ہے۔کیونکہ ان روحانی ستاروں کا تعلق اس ماہتاب اور آفتاب سے ہے جن کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑتی، جن کا فیض زمان و مکان کی حدبندیوں میں محدود نہیں۔

سب کے لئے درسِ نصیحت

اس مضمون میں آسمان احمدیت کے ایک روشن ستارے، مہدیٔ دوراں کے محبِّ صادق، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے جو حالات بیان ہوئے ہیں یہ اپنے اندر ایک عظیم دعوتِ عمل رکھتے ہیں۔حضرت مفتی صاحبؓ کی زندگی ایک تابندہ دعوتِ عمل ہے ہر احمدی نوجوان کے لئے کہ وہ بھی شمع خلافت کے گرد اسی طرح محبت، عقیدت اور فدائیت سے گھومتا پھرے جس کا شاندار نمونہ آپ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔آپ کی زندگی دنیا سے محبت کرنے والوں کے لئے درس نصیحت ہے کہ اس نوجوان سے سیکھو کہ کس طرح دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اپنی جملہ صلاحیتیں راہ خدا میں وقف کی جاتی ہیں۔کس طرح وطنوں کو خیرآباد کہا جاتا ہے، کس طرح پیاروں کو الوداع کہا جاتا ہے اور کس طرح دنیاوی تعلقات کو چھوڑ کر سلوک کی منزلیں طے کی جاتی ہیں!

خلاصہ کلام

حضرت مفتی صاحبؓ کی زندگی میں ایک پاکیزہ نمونہ ہے ہر اس غافل انسان کے لئے جو اس دنیا کے لئے تو دن رات سرگرداں نظر آتا ہے مگر اخروی زندگی کی بہتری سے غافل اور لاپرواہ اسی دنیا کو مقصود بنائے بیٹھا ہے۔اس نوجوان صالح سے سیکھو کہ کس طرح جوانی کے عالم میں عاقبت سنوارنے کے لئے جتن کیے جاتے ہیں۔آج ہم جس تاریخی دور سے گزر رہے ہیں یہ دعوت الی اللہ کا دور ہے یہ وقت اس میدان میں سرگرمیاں دکھانے کا اور اپنی جھولیاں شیریں پھلوں سے بھرنے کا ہے۔حضرت مفتی صاحبؓ کا مقدس نمونہ ایک داعی الی اللہ کے لئے مشعل تابندہ کی مانند ہے۔تم اس داعی الی اللہ کو دیکھو اور اس کے شاندار نمونہ پر نگاہ ڈالو۔جو جنون اس کو تھا وہ آج تم بھی پیدا کرو۔جو سودا اس کے سر میں سمایا تھا وہی کیفیت آج تم بھی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔دیکھو وہ کس سوز اور درد سے قریہ قریہ اور بستی بستی حق کی منادی کیا کرتا تھا اور کس محنت سے دن رات دعوت الی اللہ کے کام میں لگا رہتا تھا۔وہ اکیلا نکل کھڑا ہوتا، نہ ڈرتا، نہ کسی سے خوف کھاتا، خدا پر کامل توکل کے ساتھ تبلیغ کی ہر راہ کو اختیار کرتا۔اس کی یہ ادائیں خدا کی رحمت کو کچھ اس طرح جذب کرتیں کہ جس ملک میں وہ اکیلا وارد ہوتا وہاں دیکھتے دیکھتے سینکڑوں ہزاروں عشاق اسلام کی جماعت قائم ہو جاتی۔

آج کے اس دورِ فتوحات میں جماعت کو ایک نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں مفتی محمد صادقؓ جیسے جاں نثاروں کی ضرورت ہے جو دعوت الی اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کردیں اور دنیا میں روحانی انقلاب کے علمبردار اور نقیب بن جائیں۔خدا کرے کہ ہمارے اسلاف کی نیک مثالیں ہمارے لئے مہمیز کا کام دیں اور ایسی سعی مشکور کی توفیق ہمیں نصیب ہو کہ ہر ملک اور ہر دیار میں اسلام کا بول بالا ہو اور آخرت میں رضوانِ یار کی لازوال جنت ہمیں عطا ہو۔آمین

عاطف وقاص ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 71

اسما کی تصغیر

Diminutive form of nouns

آج ہم اس موضوع پر ایک مرتبہ پھر بات کریں گے۔اس سے قبل ہم اس موضوع پر بات کر چکے ہیں آج ہم کچھ نئے طریقوں اور الفاظ پر بات کریں گے۔ اس موضوع پر بات کرنا اس لئے اہم ہے کیونکہ اس طرح زبان کا علم وسیع ہوتا ہے نیز انسان کو بہت سے نئے الفاظ کے معنی معلوم ہوجاتے ہیں۔

1۔کسی لفظ کے آخر پر ڑی یا ڑا لگانے سے بعض اوقات ہم کسی اسم کی چھوٹی شکل کا اظہار کرتے ہیں اور بعض اوقات ہم ایک اسم سے کئی اسم صفت بناتے ہیں یعنی adjectives جیسے دام جس کے معنی ہیں قیمت، مول، بھاؤ وغیرہ اس کی تصغیر ہے دمڑی جیسے کہتے ہیں کہ ایک ایک دمڑی کا حساب لوں گا۔ چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے یعنی نقصان ہوجائے بے عزتی ہوجائے مگر کنجوس انسان یہی چاہتا ہے کہ پیسہ نہ لگے۔ چمڑا اور چمڑی۔ لنگڑا یہ اسم صفت بھی ہے اور اسم بھی لنگڑا ایک آم کا اسم معرفہ بھی ہے اور لنگڑی۔ مکھڑا اور مکھڑی۔

2۔ہندی اور فارسی دونوں الفاظ کو ک لگا کر بھی اسم کی تصغیر بنائی جاتی ہے جیسے ڈھول سے ڈھولک، اسی اصول پر شاید پل سے پلک بنا ہو کیونکہ پلک کو پل پل جھپکتے ہیں لیکن اس کی کوئی سند نہیں ملی، عین سے عینک۔

عین کے کئی معنی ہیں: آنکھ جیسے عین الیقین یعنی ایسا یقین جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو، بالکل، خاص طور پر، ٹھیک جیسے وہ عین (بالکل) اپنے باپ جیسا ہے۔ ہمارے گھر کے عین (ٹھیک) سامنے وغیرہ۔علم فلسفہ میں عین وہ شے ہوتی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو خواہ وہ مفرد ہو یعنی جوہر یا مرکب ہو یعنی جسم۔ پھر بیٹھ سے بیٹھک۔ پھر ڈھل سے ڈھلک اور اس کا استعمال میر تقی میر نے اس شعر میں کیا ہے۔

لاتے نہیں نظر میں غلطانی گہر کو
ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کی ڈھلک کے

غلطانی کے معنی ہیں لڑھکنا، لوٹنا جیسے بستر پر لوٹنا یا کسی جانور کا ریت یا کیچڑ میں لوٹنا۔ گہر یعنی موتی یا اولاد۔ ڈھلک یعنی بناوٹ، طرز، ڈھب، ادا، چمک وغیرہ۔ پس میر کہتے ہیں کہ کسی موتی کی طرز یا ڈھب کی بجائے میں اپنے آنسو کی بناوٹ، طرز اور ڈھب کو پسند کرتا ہوں یعنی بجائے نام ونسب اور مال و دولت کے ہم گریہ وزاری کی طاقت پر یقین رکھتے ہیں۔

ک کے علاوہ چی اور چہ کا اضافہ کرنے سے بھی نہ صرف نئے اسما بنتے ہیں بلکہ وہ اسم کی تصغیر یعنی اس کے چھوٹے حجم، وزن، قیمت یا عزت کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے صندوق سے صندوقچی یا صندوقچہ، باغ سے باغیچہ، دیگ سے دیگچی یا دیگچہ، چمچ سے چمچہ یا چمچی۔

3۔بعض اسم صفت دوسرے الفاظ سے اخذ کئے جاتے ہیں اس عمل کو مشتق ہونا کہتے ہیں۔

ا۔ ی کے اضافے سے: یعنی وہ لفظ جس سے نئے الفاظ اخذ کرنے ہوں اس کے آخر پر ی کا اضافہ کر دیں گے۔ جیسے شہر سے شہری، پہاڑ سے پہاڑی، دیس (Native) سے دیسی (local, regional, indigenous)۔ پنجاب سے پنجابی، اون سے اونی۔

ب۔ الف کے بڑھانے سے: جیسے دودھ سے دودھیا، جھوٹ سے جھوٹا، میل سے میلا، بھوک سے بھوکا، نیل سے نیلا۔

ج۔ اک بڑھانے سے: جیسے تیراک وغیرہ۔

د۔ ایلا بڑھانے سے جبکہ یائے معروف ہو یعنی وہ 'ی' جس سے پہلے کے حرف پر زیر ہو اور جو واضح طور سے اور اعلان کے ساتھ پڑھی جائے۔

جیسے پتھر سے پتھریلا rocky/ gritty، شرم سے شرمیلا /shy nervous، رس سے رسیلا polite/ sweet/ juicy، سجل سے سجیلا decorated/ handsome اور رنگ سے رنگیلا /colorful fun loving۔

ہ۔ ایلا بڑھانے سے جبکہ یائے مجہول ہو یعنی وہ ''ے'' جو کھینچ کر اور اعلان کے ساتھ نہ پڑھی جائے،''ژی ے''۔ جیسے اکیلا، سوتیلا۔

4۔آنہ، ایں یا این، اور ناک کا اضافہ کرنے سے اسم بنائے جاتے ہیں۔ جیسے مردانہ، سالانہ، ماہانہ بچگانہ، زنانہ وغیرہ۔ ایں سے زریں یعنی قیمتی، آتشیں یعنی آگ جیسا سرخ اور گرم۔ این سے رنگین، نمکین، شوقین، کمین۔ ناک سے جیسے غضبناک، ہولناک، خطرناک۔

5۔اسم یعنی noun اور امر یعنی حکم Command کے ساتھ مل کر سینکڑوں فارسی صفات Adjectives بنتے ہیں۔ فارسی حروف بے، بر، با، بہ کے ساتھ جیسے برمحل، بر وقت timely، برقرار، بجا true، بجا improper/ unnecessary، بے عقل unwise وغیرہ۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

یہ خداوند حکیم مطلق کا فعل ہے کہ بعضوں کی استعدادیں اور ہمتیں پست رکھیں اور وہ زخارف دنیا میں پھنسے رہے اور رئیس اور امیر اور دولتمند کہلانے پر پھولتے رہے اور اصل مقصود کو بھول گئے اور بعض کو فضائل روحانیت اور کمالات قدسیہ عنایت فرمائے اور وہ اس محبوب حقیقی کی محبت میں محو ہو کر مقرب بن گئے اور مقبولانِ حضرت احدیت ہو گئے۔ پھر بعد اس کے اس حکمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو اس اختلاف استعدادات اور تباین خیالات میں مخفی ہیں۔ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ (الزخرف 33-43)۔یعنی ہم نے اس لئے بعض کو دولت مند اور بعض کو درویش اور بعض کو لطیف طبع اور بعض کو کثیف طبع اور بعض طبیعتوں کو کسی پیشہ کی طرف مائل اور بعض کو کسی پیشہ کی طرف مائل رکھا ہے تا ان کو یہ آسانی پیدا ہوجائے کہ بعض کے لئے بعض کار برار اور خادم ہوں اور صرف ایک پر بار نہ پڑے اور اس طور پر مہمات بنی آدم بآسانی تمام چلتے رہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 204-205)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

خداوند حکیم مطلق کا فعل: اس خدا کا کام ہے جو ایسی حکمت اور دانائی رکھتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔یعنی جو کامل ہے۔

استعدادیں، ہمتیں پست: استعداد کی جمع ہے یعنی طاقت اور صلاحیت۔ ہمت کی جمع۔ پست ہوجانا کم ہوجانا، کمزور ہوجانا۔

زخارف دنیا: دنیا کی رنگینیاں، چمک دمک۔ Worldly adornments

رئیس، امیر اور دولتمند: ان سب الفاظ کا ایک مشترک معنی ہے یعنی وہ شخص جس کے پاس دولت، جائیداد اور پیسہ ہو البتہ رئیس کا تعلق ریاست اور حکومت سے ہے یعنی ایسا شخص جس کے پاس حکومت اور طاقت بھی ہو۔

پھولتے رہے: دھوکا کھا کر خوش ہونا، خود فریبی۔

فضائل روحانیت اور کمالات قدسیہ: روحانی طاقتیں اور پاکیزہ ہنر، جوہر، لیاقت، خوبیاں Spiritual excellence

محو ہونا: مصروف ہونا، کسی کام میں پورے اخلاص اور توجہ سے لگ جانا۔

تباین خیالات: خیالات کا فرق

کار برار: ضرورت پوری کرنا، حاجت روائی۔ Getting one's desire fulfilled

مہمات بنی آدم: human expeditions and needs

رپورٹ: محمد افضل ظفر۔ مبلغ سلسلہ کینیا

جماعت احمدیہ کینیا کے 55ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

کرونا کی عالمی وباء کی وجہ سے دو سال کے تعطل کے بعد جماعت احمدیہ کینیا کو مؤرخہ 10-11/ دسمبر بروز ہفتہ و اتوار نیروبی ہیڈ کوارٹرز میں اپنا پچپنواں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

سیدنا امیرالمؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت کے بعد جلسہ کی تیاریوں کے سلسلہ میں ماہ نومبر سے ہی نیشنل عاملہ کے اجلاس ہونے شروع ہو گئے تھے اور جلسہ کے انعقاد کے لیے مختلف شعبہ جات کے منتظمین کا تقرر کر کے طعام و قیام اور دیگر انتظامات کا آغاز کر دیا گیا اور افسر جلسہ سالانہ کی طرف سے پورے ملک کی جماعتوں کو جلسہ سے متعلق ہدایات بھجوادی گئی تھیں۔ امسال جلسہ کا مرکزی تھیم ’’خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو‘‘ تجویز کیا گیا تھا۔ جلسہ کے مہمانان کرام کی آمد کا سلسلہ جمعرات کی شام کو ہی شروع ہو گیا تھا اور ہفتے کی صبح تک تقریباً تمام مہمان نیروبی پہنچ چکے تھے۔ الحمد للہ مہمانان کرام کے قیام و طعام کا نہایت مناسب انتظام کیا گیا تھا۔ کھانا پکانے کے جملہ امور کے انچارج مکرم وقار احمد شیخ صاحب نیشنل سیکرٹری ضیافت تھے جبکہ سپلائی کا کام مکرم احمد عدنان ہاشمی صاحب کے سپرد تھا اور کھانا تقسیم کی نگرانی مکرم عدیل احمد شاہ صاحب نیشنل سیکرٹری مال کر رہے تھے مستورات کی طرف تمام امور کی انچارج مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیا تھیں جنہیں اپنی نائبات اور معاونات کا تعاون حاصل تھا۔ سیکورٹی اور نظم و ضبط کے انچارج مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کینیا تھے اور مکرم نعیم احمد شاہ صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کینیا افسر جلسہ سالانہ تھے جبکہ مکرم عبد اللہ حسین جمعہ صاحب مبلغ سلسلہ انچارج تربیت و منتظم جلسہ گاہ تھے۔ مردانہ جلسہ گاہ کے لیے ایک بڑی مارکی لگائی گئی تھی جبکہ احمدیہ ہال اور اس سے ملحقہ ایریا کو مستورات کی جلسہ گاہ اور قیام کے لیے مختص کی گیا تھا۔ پورے مشن ہاؤس اور مارکی کو خوبصورت جھنڈیوں اور مختلف عبارات پر مبنی بینرز سے سجایا گیا تھا۔

جلسہ کے پہلے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا جس کے بعد نماز فجر ادا کی گئی اور درس قرآن کریم ہوا اس کے بعد ناشتہ اور تیاری کے لئے وقفہ ہوا۔ ٹھیک دس بجے صبح جلسہ کے افتتاحی اجلاس کے لئے احباب جلسہ گاہ میں پہنچ گئے جس کے بعد پرچم کشائی کی تقریب ہوئی مکرم مولانا طارق محمود ظفر صاحب امیر و مشنری انچارج نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ مکرم نعیم احمد شاہ صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کینیا و افسر جلسہ سالانہ نے کینیا کا جھنڈا لہرایا جونہی دونوں پرچم فضا میں بلند ہوئے فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی اس کے بعد اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد خلافت احمدیہ زندہ باد اور کینیا زندہ باد کے پر جوش بلند ہوتے رہے جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور احباب دوبارہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔

جلسہ کا افتتاحی اجلاس مولانا طارق محمود ظفر صاحب امیر جماعت کینیا کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک اور اس کا سواحیلی ترجمہ پیش کرنے کی سعادت مکرم معلم ناصر تھاوا صاحب کو حاصل ہوئی جس کے بعد مکرم شیخ مشہود احمد صاحب اور مکرم چوہدری بشارت احمد طاہر صاحب مبلغ سلسلہ نے یکے بعد دیگرے منظوم کلام پیش کیا۔ پھر مکرم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب کیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں جلسہ کے انعقاد پر اظہار خوشنودی فرمانے کے بعد اس کی کامیابی اور شرکاء جلسہ کے اس جلسہ سے کماحقہ مستفید ہونے کے لئے دعا کی اور پھر احباب جماعت کو جماعت کے قیام کی غرض و غایت کو سمجھنے اور اس کے مقاصد کو حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور نئے احمدیوں کی تربیت اور خود اپنی اخلاقی حالت کو بہتر سے بہترین بنانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور انور کا پیغام پڑھنے کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں ہدایت پر قائم رہنے اور خلیفۂ وقت کے ارشادات پر عمل کرنے نیز خلافت احمدیہ سے وابستہ و پیوستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مکرم امیر صاحب کی اس تقریر کا رواں ترجمہ مکرم شیخ عبد اللہ حسین جمعہ صاحب مبلغ سلسلہ نے پیش کیا۔ اس کے بعد ایک مختصر وقفہ ہوا۔

وقفے کے بعد گیارہ بجکر تیس منٹ پر دوسرے اجلاس کی کاروائی مکرم سمیر احمد شیخ صاحب نائب امیر کینیا کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ مکرم شیخ عبد الباسط علی صاحب مبلغ سلسلہ نے تلاوت قرآن مجید کی اور متلو آیات کا سواحیلی ترجمہ بھی پیش کیا جس کے بعد مکرم اسمائیل بکاری صاحب نے سواحیلی زبان میں منظوم کلام پیش کیا بعدہ مکرم شیخ عبد اللہ حسین جمعہ صاحب مبلغ سلسلہ نے برکات خلافت کے موضوع پر سواحیلی زبان میں نہایت عمدہ تقریر کی پھر چند اعلانات ہوئے اور وقفہ برائے طعام و نماز ظہر و عصر ہوا۔

پہلے دن کا تیسرا اجلاس تین بجے بعد دوپہر خاکسار محمد افضل ظفر مبلغ سلسلہ کی صدارت میں شروع ہوا۔ مکرم معلم محمد ماکریچو صاحب نے تلاوت قرآن پاک مع سواحیلی ترجمہ پیش کی اور مکرم معلم سالم لبانگا صاحب نے سواحیلی زبان میں نظم پڑھی۔ جس کے بعد پہلی تقریر مکرم شیخ یوسف رشید اباٹ صاحب مبلغ سلسلہ نے ’’آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسانی کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں‘‘ کے موضوع پر سواحیلی میں تقریر کی۔ پھر مکرم ملک بشارت احمد صاحب مبلغ سلسلہ نے ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد‘‘ کے موضوع پر انگریزی میں تقریر کی۔ بعدہ مکرم طاہر احمد ماجینگو صاحب نے بہت خوبصورت انداز میں اردو نظم پیش کی۔ اس کے بعد مکرم احمد عدنان ہاشمی صاحب مبلغ سلسلہ نے ’’ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا کے صحیح استعمال کے طریقے‘‘ کے موضوع پر ایک نہایت جامع تقریر کی۔ اس کے بعد نماز مغرب و عشاء اور کھانے کے لیے وقفہ ہوا اور آٹھ بجے مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں مبلغین سلسلہ نے حاضرین کے سوالات کے کافی وشافی جوابات دیئے اس کے بعد احباب سونے کے لیے تشریف لے گئے۔

اگلے دن کے پروگرام کا آغاز بھی نماز تہجد اور نماز فجر سے ہوا جس کے بعد درس حدیث ہوا۔ اور پھر ناشتے اور جلسہ کی تیاری کے لیے وقفہ ہوا۔

دوسرے دن کا پہلا اجلاس مکرم حبیب شاتری صاحب نائب امیر کینیا کی زیر صدارت منعقد ہوا مکرم معلم ناصر ونیاسی صاحب کو قرآن مجید کی تلاوت اور متلو آیات کا سواحیلی ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جس کے بعد مکرم قاسم رجب صاحب نے نظم پیش کی اور مکرم چوہدری ناصر محمود طاہر صاحب مبلغ سلسلہ نے ’’نظام جماعت‘‘ کے عنوان سے سواحیلی میں تقریر کی۔ پھر مکرم طاہر احمد مجنگو صاحب نے ’’مالی قربانیوں کی برکات کے‘‘ موضوع پر تقریر کی جس کے بعد مکرم شیخ صدام رجب صاحب نے ’’صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔ بعدہ اطفال کے ایک گروپ نے قصیدہ پیش کیا اور پھر مکرم چوہدری فہیم احمد لکھن صاحب مبلغ سلسلہ نے ’’آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔ جس کے بعد ایک مختصر وقفہ ہوا۔

ساڑھے گیارہ بجے جلسے کے آخری اجلاس کی کاروائی مکرم مولانا طارق محمود ظفر صاحب امیر و مشنری انچارج کینیا کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ مکرم معلم ادریس نیانجے صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور اس کا سواحیلی ترجمہ بھی پیش کیا، جس کے بعد مکرم معلم رمضان سلمان صاحب نے سواحیلی منظوم کلام پیش کیا۔ بعدہ خاکسار محمد افضل ظفر مبلغ سلسلہ نے ’’خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو‘‘ کے عنوان سے انگریزی میں تقریر کی۔ پھر مکرم سمیر احمد بٹ صاحب نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا منظوم کلام ’’نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے‘‘ نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے حاضرین جلسہ سے اختتامی خطاب کیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں احباب جماعت کو قال اللہ و قال الرسول پر عمل کرنے اور خلافت احمدیہ سے مضبوط تعلق قائم رکھنے کے تلقین کی اور کہا کہ احباب جماعت کو دین کی خدمت کے لیے جان مال اور وقت کی قربانی کے لئے ہر دم تیار رہنا چاہیے اور یہی جذبہ اپنے بچوں اور آئندہ آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اس کے بعد مختلف گروپس نے قصیدے پیش کیے آخر میں مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی اور جلسہ اختتام ہوا۔

دوسرے دن صبح نو بجے سے لیکر نماز ظہر تک لجنہ اماء اللہ کا الگ پروگرام محترمہ صدر لجنہ اماء اللہ کینیا کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں تلاوت اور نظم کے علاوہ متعدد تقاریر ہوئیں۔ آخری اجلاس میں لجنہ اماءاللہ بھی مین پروگرام میں شامل ہو گئی تھیں۔

اس موقع پر ہومینیٹی فرسٹ کینیا نے اپنا سٹال لگایا جس میں مختلف چارٹس کے ذریعے اپنی ایکٹوٹیز دکھانے کے علاوہ مختلف اشیاء برائے فروخت رکھی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں جماعت کی طرف سے بک سٹال بھی لگایا گیا تھا جس سے احباب جماعت نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جلسہ کی کورتج کے لئے ملک کے دو بڑے میڈیا ہاوسز ’’این ٹی وِی اور کے ٹی این‘‘ کی ٹیمیں ہروقت موجود رہیں جنہوں نے جلسہ کی کورتج کے علاوہ جماعت کے مختلف عہدیداران کے انٹرویو بھی کئے اور دونوں میڈیا ہاؤسز نے اپنی نشریات میں جلسہ کی کاروائی کا تفصیلی ذکر کیا۔ علاوہ ازیں جلسہ کی ساری کاروائی یوٹیوب کے ذریعہ لائیو دیکھنے کا بندوبست بھی کیا گیا تھا جس سے ملک کے مختلف حصوں میں رہنے والے وہ احمدی بھی جلسہ کی کاروائی دیکھنے کے قابل ہوئے جو بوجوہ جلسہ میں بنفس نفیس شامل نہ ہو سکے۔ الحمد للہ اس جلسہ میں تقریباً آٹھ سو افراد کو شامل ہونے کی توفیق ملی۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

عابد محمود بھٹی۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن تنزانیہ

جماعتی وفد تنزانیہ کی صدر مملکت تنزانیہ سے ملاقات

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مؤرخہ 3/ دسمبر 2022ء کو احمدیہ مسلم جماعت تنزانیہ کے وفد کو صدر مملکت محترمہ سامعہ صلح حسن صاحبہ سے ملاقات کا موقع ملا۔ الحمدللہ علی ذلك

مشرقی افریقہ کا ملک تنزانیہ 1961ء میں آزاد ہوا۔ اس وقت ٹانگا نیکا کے نام سے جانا جاتا تھا۔ 1964ء میں معروف جزیرہ زنجبار (Zanzibar) اور ٹانگانیکا کا الحاق ہوا۔ اس کے بعد حکومت نے عوام الناس میں ملک کے نئے نام کی تجویز کی تحریک کی اور **ایک احمدی مسلمان مکرم اقبال ڈار صاحب کا تجویز کردہ نام TANZANIA اختیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔**

اس نام کے پہلے تین حروف ٹانگانیکا سے یعنی کے ''TAN'' اس کے بعد تین حروف زنجبار کے ''ZAN'' اس کے بعد اقبال کے ''i'' اور احمدیہ کے ''a'' پر دلالت کرتے ہیں۔

تنزانیہ میں حکومت صدارتی نظام پر مشتمل ہے۔

صدر مملکت سے ملاقات کے لئے جماعتی سطح پر کافی عرصہ سے کوششیں کی جارہی تھیں۔ آخری مرتبہ اس سطح کی جماعتی ملاقات سال 2005ء میں ہوئی تھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تنزانیہ تشریف لائے تھے۔ الغرض ایک لمبا عرصہ کے بعد صدر مملکت سے جماعتی وفد کو ملاقات کا موقع ملا۔

جماعتی وفد 6 افراد پر مشتمل تھا۔ مکرم طاہر محمود چوہدری صاحب امیر و مبلغ انچارج تنزانیہ کے ہمراہ میں مکرم عبدالرحمن محمد عامے صاحب (نائب امیر و مبلغ سلسلہ)، خاکسار عابد محمود بھٹی (نائب امیر و پرنسپل جامعہ احمدیہ تنزانیہ)،، مکرم سیف حسن Nakuchima صاحب (جنرل سیکرٹری)، مکرم یحییٰ Kambaulaya صاحب (سیکرٹری امور عامہ) اور محترمہ زینا Nyange صاحبہ (صدر لجنہ تنزانیہ) اس وفد کا حصہ تھے۔

یہ ملاقات تجارتی شہر ''دارالسلام'' میں ہونا طے پائی، لیکن بعض سرکاری مصروفیات کے باعث قریبی جزیرہ زنجبار (Zanzibar) میں واقع گولڈن ٹیولپ (Golden Tulip) ہوٹل میں منتقل ہوگئی۔

شاملین وفد مقررہ وقت پر جائے ملاقات پہنچے۔ دوپہر 12:45 ملاقات کا آغاز ہوا۔

مکرم امیر صاحب نے اراکین وفد کا تعارف کروایا۔ جس کے بعد مکرم عبدالرحمن محمد عامے صاحب (نائب امیر) نے جماعت کا تعارف اور ملک بھر میں جاری جماعتی سرگرمیوں کا تعارف کروایا۔ مکرمہ صدر مملکت صاحبہ کہا کہ انہیں جماعت کا تعارف پہلے سے ہے اور انہوں نے بعض جماعتی کتب کا مطالعہ بھی کیا ہوا ہے۔

مکرم امیر صاحب نے موروگورو ریجن میں واقع جماعتی ہسپتال کی حضور پرنور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے منظور شدہ توسیع کا مجوزہ منصوبہ صدر مملکت کے سامنے رکھا۔ اسی طرح قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ اور دیگر جماعتی کتب کا تحفہ پیش کیا، جس پر محترمہ صدر مملکت نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اب ان کتب سے انہیں جماعت کے بارے مزید تعارف بھی حاصل ہو گا۔

بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے صدر مملکت کو ان کی انتھک محنت اور ملک و قوم کے لئے غیر معمولی امور کی انجام دہی پر اعزازی شیلڈ بھی پیش کی۔ محترمہ صدر صاحبہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے جماعتی فلاحی اور خدمت خلق کے کاموں کو سراہا اور خوشنودی کا اظہار کیا۔

محترم امیر صاحب نے تنزانیہ میں پائی جانے والی مذہبی آزادی اور ہم آہنگی پر موصوفہ محترمہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس پر موصوفہ نے کہا کہ یہی ہماری کامیابی کا راز ہے اور اسی طرح دیگر مذاہب کو بھی باہمی رواداری کی فضا کے قیام میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہنا چاہیے۔ بالآخر ملاقات اپنے اختتام کو پہنچی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ملاقات ہم سب کے لئے مبارک ہو اور جماعتی ترقیات کا پیش خیمہ ہو۔ ہم سب کو محب وطن بنائے رکھے۔ اور خلافت حقہ اسلامیہ کے مطیع و فرمانبردار سلطان نصیر بندوں میں ہمارا شمار ہو۔ آمین ثم آمین

ایک سبق آموز بات

پاکیزہ خیالات

اچھے نیک خیالات روح کو پاکیزہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اچھے اور نیک خیالات کے ساتھ جینا نصیب فرما۔ آمین

(مرسلہ: شکیل احمد طاہر۔ قادیان)

فقہی کارنر

تلاوت کے دوران اگر وضو ساقط ہو جائے

کسی شخص کے سوال پر کہ قرآن شریف پڑھتے ہوئے درمیان میں وضو ساقط ہو جائے تو پھر کیا وضو کیا جائے؟

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

قرآن شریف کی تلاوت سے قبل جب پہلی دفعہ وضو کرلیا ہو اور اثناء تلاوت میں اگر وضو قائم نہ رہے تو پھر تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 199)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع و غروب آفتاب

12/ جنوری 2023ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:40	17:57
مدینہ منورہ	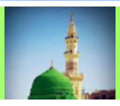	05:45	17:52
قادیان		06:03	17:44
ربوہ		05:43	17:24
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:34	16:20